سورۃ لقمان

آیاتہا ۳۴ ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رکوعاتہا ۴

دو آیتوں کے سوا یہ سورت مکی ہے۔ قتادہ نے کہا: اس کے شروع سے دو آیتوں کے آخر تک ان دونوں میں سے پہلی وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سورت کی تین آیات (مدنی ہیں) باقی سورت مکی ہے ان میں سے پہلی وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ ہے اس کی کل چونتیس آیات ہیں (1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

''الف، لام، میم۔ یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی، سراپا ہدایت اور رحمت ہے نیکوکاروں کے لیے، وہ جو صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور یہی لوگ ہیں جو آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی توفیق سے، اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں کامران ہیں''۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ سورتوں کے آغاز میں کلام گزر چکی ہے۔ تِلْكَ یہ محل رفع میں ہے کیونکہ مبتدا مضمر ہے تقدیر کلام یہ ہے هذه تلك۔ یہ بھی پڑھا جاتا ہے تيك اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ یہ تلك کا بدل ہے۔ کتاب سے مراد قرآن اور حکیم سے مراد محکم ہے، یعنی اس میں کوئی خلل اور کوئی تناقض نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ حکمت والا ہے۔ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ حاکم ہے۔

هُدًى وَّ رَحْمَةً یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس کی مثل هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (اعراف: 73) یہ دونوں مدنیوں، ابو عمرو، عاصم اور کسائی کی قراءت ہے۔ حمزہ نے هدی و رحمة کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہے: (۱) مبتدا مضمر ہے کیونکہ یہ پہلی آیت ہے (۲) یہ تلك کی خبر ہے۔ محسن وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو، اگر بندہ اسے نہ دیکھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ دین میں محسن ہیں۔ دین سے مراد اسلام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ (النساء: 125) الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یہ صفت ہے موصوف سے الگ ہونے کی بنا پر یہ محل رفع میں ہے جو اس معنی میں ہے هم الذين۔ نصب أعني مضمر

1۔ البحر المحیط، جلد 4، صفحہ 345

ہونے کی وجہ سے ہے اس آیت اور اس کے بعد والی آیات میں گفتگو سورۂ بقرہ وغیرہ میں گزر چکی ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

''اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصد حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا تا کہ بھٹکاتے رہیں راہ خدا سے (اس کے نتائج بد سے) بے خبر ہو کر اور اس کا مذاق اڑاتے رہیں یہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے''۔

اس میں پانچ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ من محل رفع میں مبتدا ہے لَهْوَ الْحَدِيْثِ اس سے مراد غنا ہے؛ یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس وغیرہما کا قول ہے۔ نحاس نے کہا: یہ کتاب وسنت سے ممنوع ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے من یشتری ذا لھو او ذات لھو یعنی مضاف محذوف ہے جس طرح وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (یوسف: 82) یہاں بھی الْقَرْيَةَ سے پہلے اہل کا لفظ محذوف ہے یا تقدیر کلام یہ ہے: لما کان انما اشتراھا یشتریھا و یبالغ فی ثمنھا کانہ اشتراھا للھو۔

میں کہتا ہوں: یہ ان تین آیات میں سے ایک ہے جن سے علماء نے استدلال کیا کہ غنا مکروہ ہے اور اس سے علماء نے منع کیا ہے۔ دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ (النجم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قبیلہ حمیر کی زبان میں اس سے مراد غنا ہے یعنی غنی لنا یعنی ہمارے لیے گا نا گا۔ تیسری آیت وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (الاسراء: 64) مجاہد نے کہا: غنا اور مزامیر ہے۔ سورۃ الاسراء میں اس کے بارے میں یہ بات گزر چکی ہے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوامامہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں فرمایا: لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارۃ فیھن وثمنھن حرام (1) اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی۔ گانا بجانے والی لونڈیاں نہ بیچو، انہیں نہ خریدو اور انہیں اس کی تعلیم نہ دو ان کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ان کی قیمت حرام ہے۔ ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، یہ قاسم سے وہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں قاسم، ثقہ ہے علی بن یزید کو حدیث میں کمزور قرار دیا جاتا ہے، یہ محمد بن اسماعیل کا قول ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے یہی تفسیر مروی ہے اور مجاہد نے بھی یہی بیان کیا ہے، ابوالفرج جوزی نے حضرت حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ اور نخعی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں، اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے یہ قول ان سب سے اعلیٰ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ باللہ الذی لا الہ الا ھو کے ساتھ قسم اٹھائی کہ اس سے مراد غنا ہے (2)۔ سعید بن جبیر نے ابوالصہباء بکری سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ کے بارے میں

1۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۂ لقمان، جلد 2، صفحہ 151

2۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ [illegible]

پوچھا گیا: فرمایا: اس سے مراد غنا ہے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اس قسم کو تین دفعہ دہرایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد گانا ہے۔ عکرمہ، میمون بن مہران اور مکحول سے اسی طرح مروی ہے۔ شعبہ اور سفیان نے حکم سے اور حماد نے ابراہیم سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: غنا (گانا) دل میں نفاق کو جنم دیتا ہے؛ یہ مجاہد کا قول ہے اور یہ اضافہ کیا کہ آیت میں لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد گانا سننا اور اسی طرح کی باطل چیزوں کو سننا ہے۔

حضرت حسن بصری نے کہا: لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد گانا بجانے کے آلات اور گانا ہے (1)۔ قاسم بن محمد نے کہا: غنا باطل ہے اور باطل جہنم میں ہے۔ ابن قاسم نے کہا: میں نے امام مالک سے اس بارے میں پوچھا، فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (یونس: 32) یہ حق ہے (2)۔ امام بخاری نے یہ عنوان باندھا ہے باب کل لهو باطل إذا شغل عن طاعة الله ومن قال لصاحبه تعال أقامرك (3) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا امام بخاری کا قول: اذا شغل عن طاعة الله یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے ماخوذ ہے۔ حضرت حسن بصری سے بھی یہ مروی ہے اس سے مراد: کفر اور شرک ہے۔ ایک قوم نے ایسی باتوں کی بھی تاویل کی ہے جن کے ساتھ اہل باطل اور اہل لعب، لہو ولعب کا شکار رہتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی (4)۔ اس نے عجمیوں کی کتابیں رستم اور اسفندیار خریدیں۔ وہ مکہ مکرمہ میں بیٹھا کرتا جب قریش اسے کہتے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ کہا ہے، تو وہ اس سے ہنستا اور قریش کو فارس کے بادشاہوں کے قصے بیان کرتا اور وہ کہتا: میری یہ کہانی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات سے اچھی ہے۔ فراء، کلبی اور دونوں کے علاوہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ گانا گانے والی لونڈیاں خریدتا وہ کسی ایسے آدمی کو نہ پاتا جو اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہوتو اسے اپنی لونڈی کی طرف لے جاتا وہ لونڈی سے کہتا: اسے کھانا کھلاؤ، اسے مشروب پلاؤ اور اسے نغمہ سناؤ۔ اور وہ کہتا: یہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت دیتے ہیں یعنی نماز، روزہ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا؛ یہ قول اور پہلا قول شراء میں ظاہر ہے۔

ایک طائفہ کا کہنا ہے: اس آیت میں شراء مجازی معنی میں ہے۔ یہ آیت قریش کی باتوں، اسلام کے بارے میں ان کے لہو ولعب اور باطل میں ان کے داخل ہونے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عطیہ نے کہا: جس فعل کا کرنا واجب تھا اس کو ترک کرنا اور ان منکرات کو بجالانا ان کا شراء ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى (البقرہ: 16) انہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر حاصل کیا یعنی کفر کو ایمان سے بدل لیا اور کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ مطرف نے کہا: شراء لہو الحدیث سے مراد لہو الحدیث کو پسند کرنا ہے۔ قتادہ نے کہا: ممکن ہے وہ اس میں اپنا مال خرچ نہ کرے لیکن اس کا

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 345
2۔ موطا امام مالک، کتاب الجامع، ماجاء فی النرد، صفحہ 724
3۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب کل لهو باطل، جلد 2، صفحہ 932
4۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 346

سننا اس کو خریدنا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس باب میں جو کچھ کہا گیا ہے' پہلا قول زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس کے بارے میں حدیث مرفوع ہے صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔ اس میں ثعلبی اور واحدی نے حضرت ابوامامہ کی حدیث میں اضافہ کیا ہے: ''جو آدمی گانے کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر شیطانوں کو بھیج دیتا ہے۔ ان میں سے ایک ایک کندھے پر ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کندھے پر ہوتا ہے وہ لگاتار اسے اپنے پاؤں مارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا ہے'' (1)۔

امام ترمذی اور دوسرے محدثین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرمایا: دو ملعون اور فاجر آوازیں ہیں میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں صوت مزمار و رنة شیطان عند نغمة و مَرَح و رنة عند مصیبة لطم خدود و شق جیوب۔(2) بانسری کی آواز اور شیطانی آواز وہ نغمہ اور اترانے کے وقت آواز نکالنا اور مصیبت کے وقت آواز نکالنا ہے رخساروں پر طمانچہ مارنا اور گریبان پھاڑنا ہے۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے آلات لہو و لعب کے توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے'' (3)۔ اسے ابوطالب غیلانی نے نقل کیا ہے۔ ابن بشران عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے لہو و لعب اور طبل کو توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے'' (4)۔ امام ترمذی نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب میری امت پندرہ عمل کرے گی تو اس پر آزمائش اترے گی۔ ان میں سے یہ امور ذکر کیے: جب وہ گانا بجانے والی لونڈیوں اور آلات لہو و لعب کو اپنا لیں گے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے وظهرت القِيان والمعازِف گانے بجانے والی لونڈیاں اور آلات لہو و لعب غالب آجائیں گے (5)۔

ابن مبارک نے مالک بن انس سے وہ محمد بن منکدر سے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی لونڈی کے پاس بیٹھا تاکہ اس سے گانا سنے تو قیامت کے روز اس کے کان میں سیسہ ڈال دیا جائے گا'' (6)۔ اسد بن موسیٰ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ سے وہ محمد بن منکدر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا: ''میرے وہ بندے کہاں ہیں جو اپنی ذاتوں اور کانوں کو لہو و لعب اور شیطان کے آلات سے بچاتے تھے، انہیں کستوری کے باغات میں اتار دو اور انہیں خبر دو کہ میں نے ان پر اپنی رضا اتار دی ہے'' (7)۔

1۔ تفسیر کشاف، جلد 3، صفحہ 491-490

2۔ جامع ترمذی، کتاب الجنائز، ما جاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت، جلد 1، صفحہ 119۔ ایضاً، حدیث نمبر 926، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

3۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 226، حدیث نمبر 40689   4۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 216، حدیث نمبر 40640

5۔ جامع ترمذی، کتاب الفتن، ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، جلد 2، صفحہ 44

6۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 221-220، حدیث نمبر 40669   7۔ احکام القرآن، جلد 3، صفحہ 1493

ابن وہب نے مالک سے وہ محمد بن منکدر سے اس کی مثل روایت نقل کرتے ہیں۔

اور المسک کے قول کے بعد یہ اضافہ کیا ''پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا'' انہیں میری حمد، میرا شکر اور میری ثنا سناؤ اور انہیں بتاؤ کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین نہ ہوں گے''۔ یہی معنی حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی حدیث مرفوع سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے مغنی کی آواز کو توجہ سے سنا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ روحانیوں کو سنیں۔ عرض کی گئی: روحانیون کون ہیں؟ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ''اہل جنت کے قاری'' (1)۔ اسے ترمذی حکیم ابوعبداللہ نے ''نوادر الاصول'' میں نقل کیا ہے، ہم نے اسے کتاب ''التذکرۃ'' میں امثلہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ''جس نے دنیا میں شراب پی آخرت میں اس کو نہیں پیے گا'' (2)۔ ''جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا'' (3)۔ اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جس طرح ہم نے انہیں بیان کیا ہے۔ مکحول نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی مر جائے اور اس کے پاس مغنیہ لونڈی ہو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو''۔

ان آثار وغیرہا کی وجہ سے علماء نے کہا: گانا گانا حرام ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ عام علماء کے نزدیک اس سے مراد معتاد غنا ہے جو نفوس کو حرکت دے اور ان نفوس کو خواہش نفس، غزل، مخول اور بے حیائی پر برانگیختہ کرے جو ساکن کو حرکت دے اور پوشیدہ جذبہ کو بھڑکائے۔ جب یہ نوع شعر میں ہو تو اس میں عورتوں کا ذکر ان کے محاسن کا ذکر، شراب کا ذکر اور محرمات کا ذکر کرے اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ یہ لہو ہے اور غنا مذموم ہے مگر جو اس سے محفوظ ہو تو خوشی کے اوقات میں تھوڑا بہت جائز ہے جس طرح شادی، عید، اور اعمال شاقہ پر چستی دلانا، جس طرح غزوہ خندق کے موقع پر ہوا، اونٹوں کو تیز چلانے کے موقع پر ہوا اور حضرت سلمہ بن اکوع کا واقعہ ہے۔ جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے جسے صوفیاء نے آج اپنا لیا ہے کہ ہمیشہ آلات لہو ولعب سے سنتے ہیں جن میں مختلف قسم کے آلات استعمال ہوتے ہیں تو وہ حرام ہے۔ ابن عربی نے کہا: جہاں تک جنگ کی طبل کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نفوس کو مضبوط کرتا ہے اور دشمن کو خوفزدہ کرتا ہے۔ چرواہے کے مزمار میں تردد ہے۔ دف مباح ہے۔

جوہری نے کہا: بعض اوقات چرواہے کی بنسری جس کے ساتھ گانا گاتا ہے اسے ہیرعد اور ہراعہ کہتے ہیں۔ قشیری نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس روز مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجایا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھڑکنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابابکر! انہیں چھوڑ دو تاکہ یہودی جان لیں کہ ہمارا دین وسعت والا ہے'' (4)۔ بچیاں دف بجاتیں اور کہتیں: ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نکاح کے موقع پر طبل دف کی طرح ہے اسی طرح وہ آلات جو نکاح کے اعلان کا باعث ہوں ان کا استعمال

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 154

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربہ، من شرب الخمر فی الدنیا، صفحہ 250

3۔ ایضاً، کتاب اللباس، صفحہ 264

4۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 214، حدیث نمبر 40628

اس میں جائز ہے جب کہ کلام اچھی ہو اس میں رفث نہ ہو۔

مسئلہ نمبر 3۔ ہمیشہ کے لیے غنا میں مصروف رہنا بے وقوفی ہے اس کے ساتھ شہادت رد کر دی جائے گی۔ اگر وہ گانے میں ہمیشہ مشغول نہ رہتا ہو تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی۔ اسحاق بن عیسیٰ طباع نے ذکر کیا۔ کہا: میں نے امام مالک بن انس سے پوچھا: اہل مدینہ غنا میں سے کسی چیز کی رخصت دیا کرتے تھے۔ فرمایا: ہمارے ہاں فاسق لوگ یہ کام کیا کرتے تھے۔

ابوطیب بن عبد اللہ طبری نے ذکر کیا کہا: جہاں تک امام مالک بن انس کا تعلق ہے آپ نے گانا گانے اور اس کو سننے سے منع کیا ہے۔ فرمایا: جب کوئی آدمی لونڈی خریدے اور اسے گانا گانے والا پائے تو عیب کی وجہ سے اسے لوٹا دے؛ یہ عام اہل مدینہ کا مذہب ہے مگر ابراہیم بن سعد، ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان سے ذکریا ساجی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس میں کوئی حرج نہ دیکھا کرتے تھے۔ ابن خویز منداد نے کہا: جہاں تک امام مالک کا تعلق ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ صناعت (فن) کو جانتے تھے جب کہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ وہ حرام ہے، ان سے مروی ہے کہ آپ نے کہا: میں نے اس صناعت (فن) کو سیکھا جب کہ میں نوجوان تھا، میری ماں نے مجھے کہا: اے بیٹے! یہ فن اس کے لیے مناسب ہوتا ہے جو خوبصورت چہرے والا ہو اور تو اس طرح نہیں ہے لہٰذا تم تو علوم دینیہ کو حاصل کرو تو میں نے حضرت ربیع کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر رکھ دی۔

ابوطیب طبری نے کہا: جہاں تک امام اعظم ابوحنیفہ کا تعلق ہے آپ نبیذ کے پینے کو مباح جاننے کے باوجود غنا کو مکروہ جانتے تھے۔ اور غنا کے سماع کو گناہ شمار کرتے تھے، اہل کوفہ کا مذہب بھی یہی ہے، جیسے ابراہیم، شعبی، حماد اور ثوری وغیرہ۔ اس مسئلہ میں ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کے مکروہ ہونے اور اس سے منع کرنے کے بارے میں اہل بصرہ کے درمیان میں کوئی اختلاف معروف نہیں، مگر وہ روایت جو عبید اللہ بن حسن عنبری سے مروی ہے کہ آپ اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ جہاں تک امام شافعی کا تعلق ہے فرمایا: غنا مکروہ ہے اور باطل کے مشابہ ہے۔ جس نے اس عمل کو کثرت سے کیا تو وہ بے وقوف ہے اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے گا۔ ابوفرج جوزی نے امام احمد بن حنبل سے تین روایات نقل کی ہیں: (1) ہمارے اصحاب نے ابوبکر خلال اور ان کے صاحب عبد العزیز سے غنا کی اباحت کا ذکر کیا۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ ان کے دور میں جو زہدیہ قصائد پڑھے جاتے تھے امام احمد اسے مکروہ نہیں کہتے اسی قول کو اس پر محمول کیا جائے گا۔ اس پر یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو مر گیا اس نے اپنے پیچھے ایک بچہ اور مغنیہ لونڈی چھوڑی بچہ اس لونڈی کو بیچنے کا محتاج ہوا فرمایا: اسے بیچا جائے گا کہ وہ سادہ لونڈی ہے نہ کہ اس شرط پر بیچا جائے گا کہ وہ مغنیہ ہے۔ آپ سے عرض کی گئی: وہ تیس ہزار کے ہم پلہ ہے اگر اسے سادہ عام لونڈی کی حیثیت سے بیچا جائے تو وہ بیس ہزار کے برابر ہے؟ فرمایا: اسے نہ بیچا جائے مگر اس شرط پر کہ وہ سادہ لونڈی ہے۔ ابوالفرج نے کہا: امام احمد نے یہ قول اس لیے کیا کیونکہ یہ لونڈی زہد والے قصائد نہیں پڑھا کرتی تھی بلکہ ایسے اشعار پڑھا کرتی تھی جو عشق و محبت کے جذبات کو بھڑکانے والے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گانا گانا ممنوع ہے اگر یہ عمل ممنوع نہ ہوتا تو یتیم پر اس کے مال کو ضائع کرنا جائز نہ ہوتا۔ یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: عندی خمر لایتام؟ میرے پاس یتیموں کا شراب پڑا ہوا ہے؟ فرمایا: ''اسے بہا دو''(1)۔ اگر اس کو درست کرنا جائز ہوتا تو یتیموں کے مال کو ضائع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ طبری نے کہا: مختلف شہروں کے علماء نے غنا کی کراہت اور اس سے روکنے پر اتفاق کیا ہے۔ ابراہیم بن سعد اور عبید اللہ عنبری نے جماعت سے اختلاف کیا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علیکم بالسواد الاعظم(2) ومن فارق الجماعۃ مات میتۃ جاھلیۃ سواد اعظم کو لازم پکڑو جو جماعت سے الگ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ ابوالفرج نے کہا: ہمارے اصحاب میں سے قفال نے کہا: مغنی اور رقاص کی شہادت قبول نہ کی جائے گی۔

میں کہتا ہوں: یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ امر جائز نہیں تو اس پر اجرت جائز نہیں۔ ابو عمر بن عبد اللہ نے اس عمل (گانا گانے) پر اجرت لینے کو حرام قرار دیا ہے۔ سورۃ الانعام میں وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (59) کے ضمن میں بحث گزر چکی ہے تیرے لیے وہ کافی ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: جہاں تک لونڈیوں کے گانے کے سننے کا تعلق ہے تو مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی لونڈی کا نغمہ سنے کیونکہ اس پر اس کی کوئی چیز حرام نہیں نہ اس کے ظاہر سے کوئی چیز حرام ہے اور نہ اس کے باطن میں سے کوئی چیز حرام ہے تو اس کی آواز سے لذت حاصل کرنا کیسے حرام ہوگا؟ مگر عورتوں کا مردوں کے سامنے آنا، ان کے پردہ کو پامال کرنا اور بے حیائی کی بات سننا جائز نہیں جب وہ ایسی چیز کی طرف نکلے جو حلال نہ ہو اور جائز نہ ہو تو اس کو ابتدا سے منع کر دیا جائے گا اور اس کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے گا(3)۔ ابوالطیب طبری نے کہا: ایسی عورت سے جو محرم نہ ہو تو اصحاب شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں؛ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ کہا: امام شافعی نے فرمایا: لونڈی کا مالک اگر گانا سننے کے لیے عورتوں کو بھی جمع کرے تو وہ سفیہ ہوگا اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔ پھر اس میں سخت گفتگو کی۔ فرمایا: وہ بدکاری ہے اس کے مالک کو بے وقوف قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے لوگوں کو باطل کی طرف دعوت دی ہے اور جو لوگوں کو باطل کی طرف بلائے تو وہ سفیہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر 5۔ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عام قراءت یاء کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی غیر کو صراط مستقیم سے گمراہ کردے جب وہ دوسروں کو گمراہ کرے تو خود بھی گمراہ ہوا۔ ابن کثیر، ابن محیصن، حمید، ابو عمرو، رویس اور ابن ابی اسحاق نے یاء کے فتحہ کے ساتھ لازم پڑھا ہے تاکہ خود صراط مستقیم سے گمراہ ہو۔

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور دو مدنی قراء، ابو عمرو اور عاصم کی قراءت رفع کی صورت میں ہے اس کا عطف من یشتری پر ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہو۔ اعمش، حمزہ اور کسائی نے اسے ویتخذھا نصب کے ساتھ پڑھا ہے اس کا عطف لِيُضِلَّ پر ہے دونوں صورتوں میں بِغَيْرِ عِلْمٍ پر وقف مستحسن نہیں اور هُزُوًا پر عطف ہوگا۔ يَتَّخِذَهَا میں ھا ضمیر آیات سے کنایہ ہے۔ یہ

1۔ جامع ترمذی، کتاب البیوع، ما جاء فی بیع الخمور النھی عن ذالک، جلد 1، صفحہ 155

2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، صفحہ 292۔ ایضاً، حدیث نمبر 3939، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 3، صفحہ 1494

بھی جائز ہے کہ یہ السبیل سے کنایہ ہو کیونکہ السبیل کا لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ سخت عذاب ہوگا جو انہیں ذلیل و رسوا کر دے گا۔ شاعر نے کہا:

ولقد جذعت إلى النصارى بعد ما لَقِيَ الصليبُ من العذاب مهينا

میں نے نصاریٰ کی پناہ لی بعد اس کے کہ صلیب نے ذلت والا عذاب پایا۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

"اور جب پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اسے ہماری آیتیں تو منہ پھیر لیتا ہے تکبر کرتے ہوئے گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کان بہرے ہیں سو آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں"۔

اٰيٰتُنَا سے مراد قرآن ہے۔ وَلّٰى کا معنی اس نے اعراض کیا۔ مُسْتَكْبِرًا حال ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے۔ وَقْرًا بوجھ اور گرانی ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے خوشیوں والے باغات ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے، اور وہی سب پر غالب ہے بڑا دانا ہے"۔

جب کفار کے عذاب کا ذکر کیا تو مومنوں کے لیے نعمتوں کا بھی ذکر کیا۔ خٰلِدِيْنَ کا معنی ہے ہمیشہ ہمیشہ۔ وَعْدَ اللّٰهِ یہ مفعول مطلق ہونے کی حیثیت سے منصوب ہے۔ یہ ایسا سچا وعدہ ہے جس میں کوئی خلاف ورزی نہ ہوگی۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

"اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھ سکو اور کھڑے کر دیئے ہیں زمین میں اونچے اونچے پہاڑ تاکہ زمین ڈولتی نہ رہے ساتھ تمہارے اور پھیلا دیئے ہیں اس میں ہر قسم کے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی، پس اگائے ہم نے زمین میں ہر نوع کے نفیس جوڑے یہ تو ہے اللہ کی تخلیق (اے مشرکو!) اب ذرا دکھاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے اس کے سوا؟ (کچھ بھی نہیں) مگر یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں"۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا، تَرَوْنَهَا یہ محل جر میں ہے جو عمد کی صفت ہے ممکن ہے وہاں ستون تو ہوں لیکن

دکھائی نہ دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ السَّمٰوٰتِ سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہو اور وہاں کوئی ستون نہیں۔ نحاس نے کہا: میں نے علی بن سلیمان کو کہتے ہوئے سنا، بہتر یہ ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہو اور وہاں کوئی ستون نہ ہوں؛ یہ مکی کا قول ہے اور بغیر عمد تمہ کے طور پر کلام ہو۔ اس بارے میں گفتگو سورۃ الرعد میں گزر چکی ہے۔ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ، رَوَاسِيَ سے مراد مضبوط پہاڑ ہیں۔ اَنْ تَمِيْدَ یہ محل نصب میں ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی کہ اهية أن تميد کوفیہ یہ کلام مقدر کرتے ہیں معنی ہے لئلا تمید۔

وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ کا معنی ہے من کل لون حسن ہر اچھی قسم۔ امام شعبی نے اسے لوگوں پر محمول کیا ہے کیونکہ وہ زمین سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور ان میں سے جو جنت کی طرف جائے گا وہ کریم ہے اور ان میں سے جو آگ کی طرف جائے گا وہ لئیم (کمینہ) ہوگا، دوسرے علماء نے یہ تاویل کی کہ نطفہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے قرآن کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ مبتدا اور خبر ہے اور خلق مخلوق کے معنی میں ہے یہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے تم آنکھوں سے اس کا معائنہ کرتے ہو۔ خَلْقُ اللّٰهِ یعنی اللہ کی مخلوق، یعنی اللہ تعالیٰ نے شریک کے بغیر اس کو پیدا کیا۔ فَاَرُوْنِيْ اے مشرکوں کی جماعت! مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ یعنی بتوں نے کسے پیدا کیا؟ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بلکہ مشرک واضح خسارے میں ہیں۔ ما استفہامیہ ہے جو محل رفع میں ہے اور اس کی خبر ذا ہے جو الذی کے معنی میں ہے اور خلق کا مفعول ضمیر محذوف ہے جو هاء محذوفہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فأرونی ای شیء خلق الذین من دونہ، جملہ أرونی کی وجہ سے محل نصب میں ہے خلق کے ساتھ هاء ضمیر مضمر کی ہے جو الذین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ مراد ہے مجھے ایسی اشیاء دکھاؤ جن کو غیر اللہ نے پیدا کیا۔ اس قول کی بنا پر تو کہتا ہے: ماذا تعلمت أنحوا أم شعرا تو نے کیا سیکھا علم نحو یا علم شعر۔ یہ بھی جائز ہے کہ ما محل نصب میں ہے جس کو نصب أرونی دے رہا ہے اور ذا زائدہ ہے۔ اس تاویل کی بنا پر تو کہتا ہے: ماذا تعلمت أنحوا أم شعرا تو نے کیا سیکھا علم نحو یا شعر کا علم؟۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

''اور ہم نے عنایت فرمائی لقمان کو حکمت (و دانائی اور فرمایا) اللہ کا شکر ادا کرو اور جو شکر ادا کرتا ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے بھلے کے لیے اور جو کفران نعمت کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ غنی ہے حمید ہے''۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ لقمان اور الحکمۃ دونوں مفعول ہیں۔ لقمان منصرف نہیں کیوں کہ اس کے آخر میں الف، نون زائدتان ہے، تو یہ اس فعلان کے مشابہ ہو گیا جس کی مونث فعلی ہے تو یہ معرفہ میں منصرف نہ ہوگا کیونکہ یہ دوسرا ثقل ہو گا۔ نکرہ کی صورت میں یہ منصرف ہوگا کیونکہ دو ثقلوں میں سے ایک زائل ہو چکا ہے، یہ نحاس کا قول ہے۔ یہ لقمان بن باعوراء بن ناحور بن تارح وہی آزر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ (1) تھا۔ محمد بن اسحاق نے یہی نسب ذکر کیا ہے۔ ایک قول

1۔ جب کہ محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ آزر آپ کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ آزر اور تارح دو افراد ہیں ایک نہیں۔

یہ کیا گیا ہے: وہ لقمان بن عنقاء بن سرون ہے وہ نوبیا تھا جو اہل ایلہ سے تعلق رکھتا تھا؛ سہیل نے اسے ذکر کیا ہے۔ وہب نے کہا: وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔

مقاتل نے کہا: یہ ذکر کیا گیا کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد تھے(1)۔ زمخشری نے کہا: وہ لقمان بن باعوراء ہیں جو حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد ہیں(2)۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ آذر کی اولاد میں سے ہیں وہ ہزاروں سال تک زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو پایا اور ان سے علم سیکھا وہ حضرت داؤد سے پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ نے فتویٰ دینا چھوڑ دیا تو آپ سے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: اَلَا اکتفی اِذ کُفِیت جب معاملہ مجھے کفایت کرتا ہے تو میں اکتفا کیوں نہ کروں۔

واقدی نے کہا: وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔ سعید بن مسیب نے کہا: حضرت لقمان مصر کے حبشیوں میں سے تھے بڑے ہونٹوں والے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے حکمت سے نوازا اور نبوت سے محروم رکھا(3)؛ جمہور اہل تاویل کا یہی نقطہ نظر ہے۔ وہ ولی تھے نبی نہ تھے۔ عکرمہ اور شعبی نے ان کے نبی ہونے کا قول کیا ہے اس تعبیر کی بنا پر حکمت کا معنی نبوت ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ساتھ حکیم تھے۔ یہی قول اعتقاد، دین وعمل میں سمجھ کے اعتبار سے درست ہے وہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے، سیاہ رنگ کے تھے، پاؤں پھٹے ہوئے تھے، بڑے ہونٹوں والے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے علماء کا قول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت لقمان نبی نہیں تھے وہ ایسے بندے تھے جو بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے اور اچھا یقین رکھنے والے تھے اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے محبت کی۔ اس پر حکمت کا احسان کیا اور اسے اختیار دیا کہ اسے خلیفہ بنادے جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔ حضرت لقمان نے عرض کی: اے میرے رب! اگر تو نے مجھے اختیار دیا ہے تو میں عافیت کو قبول کرتا ہوں اور آزمائش کو ترک کرتا ہوں اگر تو نے میرے بارے حتمی فیصلہ فرما دیا ہے تو سر تسلیم خم ہے بے شک تو مجھے معصوم رکھے گا''(4)۔ ابن عطیہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ثعلبی نے اس کا اضافہ کیا ہے۔ فرشتوں نے اسے آواز دی حضرت لقمان انہیں دیکھ رہے تھے، اے لقمان کیوں؟ کہا: حاکم سخت ترین منزل پر ہوتا ہے مظلوم ہر جانب سے اسے ڈھانپے ہوتا ہے اگر اس کی مدد کی جائے تو وہ نجات پانے کے لائق ہے اگر خطا کرے تو جنت کے راستہ کو بھول جائے۔ جو دنیا میں ذلیل ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ دنیا میں معزز ہو جو آخرت پر دنیا کو اختیار کرتا ہے دنیا اس پر غضب ناک ہو جاتی ہے اور وہ آخرت کو بھی نہیں پاتا۔ فرشتے اس کی اچھی گفتگو سے متعجب ہوتے وہ سوئے تو انہیں حکمت دی گئی وہ بیدار ہوئے تو حکمت کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو اس امر کے بارے میں ندا کی گئی تو انہوں نے خلافت کو قبول کر لیا۔

حضرت لقمان نے جو شرط لگائی اس شرط کا ذکر حضرت داؤد علیہ السلام نے نہ کیا تو آپ سے کئی دفعہ خطا ہوئی۔ سب

1۔ معالم التنزیل، جلد 4، صفحہ 409
2۔ تفسیر کشاف، جلد 3، صفحہ 492
3۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 331
4۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 347

خطاؤں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اپنی حکمت کے ساتھ ان کی مدد کرتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں کہا: اے لقمان! تیرے لیے مبارک ہو تجھے حکمت سے نوازا گیا اور تجھ سے آزمائش دور کر دی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت عطا کی گئی اور انہیں بلا اور فتنہ سے آزمایا گیا۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نبوت اور حکمت میں اختیار دیا تو آپ نے نبوت پر حکمت کو ترجیح دی۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے حضرت جبریل امین نے ان پر حکمت کو بکھیر دیا۔ آپ نے صبح کی تو حکمت کی باتیں کر رہے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: تو نے نبوت پر حکمت کو کیسے اختیار کیا جب کہ تیرے رب نے تجھے اختیار دیا تھا ہے؟ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ مجھے نبوت کو بطور فرض لازم کرتا تو میں اس معاملہ میں اس سے مدد کا طالب ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا تو مجھے خوف ہوا کہ میں نبوت کے فرائض کی ادائیگی میں کمزور نہ پڑ جاؤں تو حکمت مجھے زیادہ محبوب تھی (1)۔

ان کے پیشہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ وہ درزی تھے؛ یہ سعید بن مسیب کا قول ہے۔ آپ نے ایک حبشی سے کہا: تو اس پر غم نہ کر کہ تو حبشی ہے (2)، لوگوں میں سے بہترین تین حبشی تھے۔ حضرت بلال، حضرت مہجع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت لقمان۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ہر روز اپنے آقا کے لیے لکڑیوں کا ایک گٹھا لاتے تھے۔ آپ نے ایک ایسے آدمی سے کہا جو آپ کو دیکھ رہا تھا: اگر تو مجھے اس لیے دیکھ رہا ہے کہ میرے ہونٹ موٹے ہیں ان کے درمیان سے نرم گفتگو نکلتی ہے۔ اگر تو مجھے اس لیے دیکھتا ہے کہ میں سیاہ رنگ کا ہوں تو میرا دل سفید ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ چرواہا تھا ایک آدمی نے اسے دیکھا جو اسے پہلے سے جانتا تھا اس نے اسے کہا: تو فلاں کا غلام نہیں؟ حضرت لقمان نے کہا: کیوں نہیں؟ اس نے کہا: جو میں دیکھتا ہوں وہ تجھ تک کیسے پہنچا؟ فرمایا: اللہ کی تقدیر، میرا امانت کو ادا کرنا، سچی بات کرنا اور لایعنی باتوں کو ترک کرنا؛ یہ قول عبد الرحمٰن بن زید نے حضرت جابر سے نقل کیا ہے۔ خالد ربعی نے کہا: وہ بڑھئی تھے۔ ان کے آقا نے کہا: میرے لیے ایک بکری ذبح کرو اور میرے پاس اس میں دو اچھے ٹکڑے لے کر آؤ۔ حضرت لقمان اس کے پاس زبان اور دل لائے۔ آقا نے اسے کہا: اس بکری میں ان دو چیزوں سے اچھی چیز نہیں تھی؟ حضرت لقمان خاموش رہے پھر آقا نے اسے ایک اور بکری ذبح کرنے کا حکم دیا اور کہا: اس میں سے خبیث ترین ٹکڑے پھینک دو تو حضرت لقمان نے اس میں سے زبان اور دل کو پھینک دیا۔ آقا نے آپ سے کہا: میں نے تجھے حکم دیا کہ تو میرے پاس اس میں سے عمدہ ترین ٹکڑے لے آ تو تو میرے پاس زبان اور دل لا دیا اور میں نے تجھے حکم دیا کہ تو ان میں سے خبیث ترین ٹکڑے پھینک دے تو تو نے زبان اور دل کو پھینک دیا۔ حضرت لقمان نے آقا سے کہا: جب یہ پاکیزہ ہوں تو ان دونوں سے پاکیزہ تر چیز کوئی نہیں اور جب یہ خبیث ہوں تو ان دونوں سے بڑھ کر دونوں خبیث نہیں (3)۔

میں کہتا ہوں: یہ معنی کئی مرفوع احادیث سے ثابت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 3، صفحہ 1495
2۔ تفسیر طبری، جز 21، صفحہ 79
3۔ [illegible]، جلد 3، صفحہ 64

''خبردار جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب فاسد ہو جائے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ دل ہے'' (1)۔ زبان کے بارے میں بے شمار صحیح اور مشہور آثار آتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جسے اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے شر سے بچایا وہ جنت میں داخل ہو گیا جو دو جبڑوں کے درمیان ہے اور جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے'' (2)۔ حضرت لقمان کی حکمت کی بے شمار باتیں مروی ہیں ان میں سے یہ ہے آپ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے کون سب سے برا ہے؟ فرمایا: جو اس کی پرواہ نہ کرے کہ لوگ اسے برا خیال کریں۔

میں کہتا ہوں: اس کے ہم معنی مرفوع روایت بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں سے ہر ایک سلامتی میں ہے مگر جو اعلانیہ بدکاری کرے اعلانیہ بدکاری میں سے یہ ہے کہ ایک آدمی رات کے وقت کوئی عمل کرے پھر وہ صبح کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی ہو تو وہ کہتا ہے: اے فلاں! میں نے گزشتہ رات یہ یہ کیا۔ اس نے رات گزاری جب کہ اس کا رب اس کی پردہ پوشی کر رہا تھا وہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے پردہ کو چاک کرنے والا تھا (3)؛ اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا؛ امام بخاری نے اسے نقل کیا۔ وہب بن منبہ نے کہا: میں نے حضرت لقمان کی حکمت کی اتنی باتیں پڑھی ہیں جو دس ہزار باب سے بڑھ کر ہیں۔ روایت بیان کی جاتی ہے: حضرت لقمان، حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بن رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو یوں نرم کر دیا تھا جس طرح مٹی ہوتی ہے ارادہ کیا کہ آپ سے پوچھیں تو حکمت نے انہیں آلیا اور خاموش ہو گئے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے مکمل کر لیا اور زرہ کو پہنا کہا: تو جنگ کا کتنا اچھا لباس ہے۔ حضرت لقمان نے کہا: خاموشی حکمت ہے اس پر عمل کرنے والے کم ہی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں کہا: تجھے جو حکیم کہا گیا وہ درست ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ اس میں دو تقدیریں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان مفسرہ ہو، معنی ہوگا ہم نے اسے کہا تو شکر بجالا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ محل نصب میں ہے اور فعل اس کے صلہ میں داخل ہے جس طرح سیبویہ نے بیان کیا ہے: کتبت الیہ أن قم مگر یہ توجیہ اس کے نزدیک بعید ہے۔ زجاج نے کہا: معنی ہے تحقیق ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے پس اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ وہ ہمارا شکر بجالانے کی وجہ سے حکیم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے شکر سے مراد اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہو اس کی طاعت کرنا (4)۔ اس کی لغوی اور معنوی حقیقت کے بارے میں قول سورۂ بقرہ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔

وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اپنے لیے ہی عمل کرتا ہے کیونکہ ثواب کا نفع اسی طرف لوٹتا ہے۔ **وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ** جس نے نعمتوں کا انکار کیا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان نہ کیا تو اللہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، فصل من استبرء الدینہ، جلد 1، صفحہ 13

2۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حفظ اللسان، جلد 2، صفحہ 958

3۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، ستر المومن علی نفسہ، جلد 2، صفحہ 896

4۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 332

تعالیٰ اپنی مخلوق کی عبادت سے غنی ہے اور مخلوق کے ہاں حمد کیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سلام نے کہا: اپنی مخلوق سے غنی اور اپنے افعال میں محمود ہے (1)۔

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝

''اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اسے نصیحت کرتے ہوئے: اے میرے پیارے فرزند! کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا، یقیناً شرک ظلم عظیم ہے''۔

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ سہیلی نے کہا: ان کے بیٹے کا نام ثاران تھا؛ یہ طبری اور قتبی کا قول ہے۔ کلبی نے کہا: اس کا نام مشکم تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا نام انعم تھا (2)؛ یہ نقاش نے حکایت بیان کی ہے۔ قشیری نے کہا: ان کا بیٹا اور ان کی بیوی دونوں کافر تھے آپ ان دونوں کو لگاتار نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گئے۔

میں کہتا ہوں: اس امر پر اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ بھی دلالت کرتا ہے۔

صحیح مسلم اور دوسری کتب میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہا (3): جب یہ آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام: 82) نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر بڑا شاق گزرا انہوں نے کہا: ہم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہیں کرتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جیسا تم گمان کرتے ہو بات اس طرح نہیں بلکہ ظلم سے مراد ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو بے شک شرک ظلم عظیم ہے''۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ حضرت لقمان علیہ السلام کا کلام ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر ہے حضرت لقمان علیہ السلام کی کلام سے منقطع ہے اور ظاہری طور پر متصل ہے تاکہ معنی کی تاکید کا فائدہ دے، اس چیز کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے کہ جب یہ آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ڈر گئے انہوں نے عرض کی: ہم میں سے کس نے ظلم نہیں کیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ان کے خوف کو سکون ہو گیا۔ ان کے خوف کو سکون اس لیے ہوا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر ہے۔ بعض اوقات خوف کو سکون اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے بارے میں ذکر کرے جس کی صفت حکمت اور سداد سے لگائے۔

اِذْ محل نصب میں ہے اس سے پہلے اذکر فعل محذوف ہے۔ زجاج نے اپنی کتاب جو قرآن کے متعلق ہے میں یہ کہا: اذ، آتینا کی وجہ سے محل نصب میں ہے معنی ہوگا تحقیق ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی جب اس نے کہا۔ نحاس نے کہا: میں اسے غلط گمان کرتا ہوں کیونکہ کلام میں واؤ ہے جو اس سے مانع ہے۔ اور کہا: یابنی یاء کے کسرہ کے ساتھ اسے پڑھا ہے کیونکہ

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 333
2۔ ایضاً
3۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، صدق الایمان واخلاصہ، جلد 1، صفحہ 77

یہ یاء محذوفہ پر دال ہے۔ جس نے اسے فتحہ دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک فتحہ خفیف ترین حرکت ہے۔ سورۂ ہود میں اس بارے میں قول گزر چکا ہے۔

یٰبُنَیَّ کا قول حقیقت میں مصغر نہیں اگرچہ لفظ میں اس کے وزن پر ہے۔ یہ نرمی پیدا کرنے کے لیے ہے جس طرح ایک آدمی کو کہا جاتا ہے: یا اخی اور بچے کو کہتے ہیں: یا کویس۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

''اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے شکم میں اٹھائے رکھا ہے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے (اسی لیے ہم نے حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا (آخر کار) میری طرف ہی (تمہیں) لوٹنا ہے۔ اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں تو ان کا یہ کہنا نہ مان البتہ گزران کرو ان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے اور پیروی کرو اس کے راستہ کی جو میری طرف مائل ہوا پھر میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے پس میں آگاہ کروں گا تمہیں ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے''۔

اس میں آٹھ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ یہ دونوں آیات حضرت لقمان علیہ السلام کی وصیت کے درمیان جملہ معترضہ ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ بھی ان چیزوں میں شامل ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی، یعنی حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو اور شرک کرنے میں اپنے والدین کی اطاعت نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طاعت کی ان تمام امور میں وصیت کی جو شرک نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہوں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: ہم نے حضرت لقمان علیہ السلام سے کہا ان چیزوں میں جو ہم نے حضرت لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا کی۔ اور ہم نے انسان کو والدین کے حسن سلوک کی وصیت کی یعنی ہم نے اسے کہا: اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ اور ہم نے اسے کہا: ہم نے انسان کو وصیت کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: تو شرک نہ کرنا اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی یعنی ہم نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اس کا حکم دیا، قشیری نے ان اقوال کا ذکر کیا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں

آیات حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں نازل ہوئیں، جس طرح سورت عنکبوت میں گزرا ہے؛ مفسرین کی ایک جماعت کا یہی نقطہ نظر ہے۔

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کی طاعت کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور فرض عین کو ترک کرنے میں ملحوظ خاطر نہیں رکھا جائے گا ہاں مباح امور میں ان دونوں کی طاعت لازم ہوگی اور ان کی وجہ سے مندوب طاعات کو ترک کرنا مستحسن ہے۔ اسی میں جہاد کفایہ کا امر ہے۔ حالت نماز میں ماں بلائے تو اس کی آواز پر لبیک کہنا یہ بھی ٹھیک ہے کیونکہ نماز کا اعادہ ممکن ہے جب کہ یہ مندوب سے قوی ہے، لیکن اس امر کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ماں کی ہلاکت کا خوف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کے دوسرے امور جو نماز کے قطع کرنے کو مباح کر دیتے ہیں۔ یہ ندب سے اقوی نہیں۔ حضرت حسن بصری نے اس تفصیل میں مخالفت کی ہے فرمایا: اگر اس کی ماں شفقت کی وجہ سے عشاء کی نماز میں حاضر ہونے سے روکے تو وہ اس کی اطاعت نہ کرے۔

مسئلہ نمبر 2۔ جب اللہ تعالیٰ نے ماں کو، حمل کا ذکر کرنے کے ساتھ اور رضاعت کا ذکر کرنے کے ساتھ اس کے درجہ کو خاص کیا تو اس طرح ماں کو تین درجے حاصل ہو گئے اور باپ کے لیے ایک درجہ ہو گیا۔ اسی کے مشابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کی: میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: ''اپنی ماں کے ساتھ''۔ عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: ''اپنی ماں کے ساتھ''۔ عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: ''اپنی ماں کے ساتھ''۔ عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: ''اپنے باپ کے ساتھ''(1)۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی میں سے چوتھا حصہ باپ کے لیے بنایا جس طرح اس آیت میں ہے۔ یہ سب باتیں سورۂ سبحان میں گزر چکی ہیں۔

مسئلہ نمبر 3۔ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ ماں نے اسے اپنے پیٹ میں اٹھایا اسی طرح ہر روز اس کی کمزوری میں اضافہ ہوتا جاتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عورت خلقت ہیں کمزور ہے پھر حمل اس کو کمزور کر دیتا ہے۔ عیسیٰ ثقفی نے اسے پڑھا وَهَنًا عَلَى وَهَنٍ دونوں جگہ ہاء پر فتحہ ہے حضرت ابو عمرو سے مروی ہے دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ قعنب جوام صاحب کا بیٹا ہے نے کہا:

هل للعواذل من ناهٍ فَيَزْجُرَها إن العواذل فيها الأَيْنُ والوَهَنُ(2)

کیا ملامت کرنے والیوں کو کوئی روکنے والا ہے کہ وہ انہیں جھڑکتا ان ملامت کرنے والیوں میں تھکن اور کمزوری ہے۔

محل استدلال الوهن ہے۔

یہ جملہ بولا جاتا ہے: وَهَنَ يَهِنُ، وَهُنَ يوهُنُ، وهِن يهِن جس طرح وَرِمَ يَرِمُ ہوتا ہے۔ وهنا مفعول مطلق کی حیثیت سے منصوب ہے؛ قشیری نے اسے ذکر کیا۔ نحاس نے کہا: مفعول ثانی کی حیثیت سے منصوب ہے حرف جر ساقط ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے حملته بضعف علی ضعف. جمہور نے پڑھا وَفِصَالُهٗ حضرت حسن بصری اور یعقوب نے پڑھا وَفَصْلُه یہ دونوں لغتیں ہیں، یعنی دودھ چھڑانا دو سالوں میں ہے۔ فصال سے مقصود دودھ چھڑانا ہے اس کی غایت اور انتہا کا ذکر کیا۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: انفصل عن كذا وہ ممتاز ہو گیا؛ اسی وجہ سے فصیل کہتے ہیں۔

1۔ جامع ترمذی، کتاب البر والصلہ، ما جاء فی بر الوالدین، جلد 2، صفحہ 12
2۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 334

مسئلہ نمبر 4۔ احکام اور خرچہ میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ رضاعت کی مدت دو سال ہے جہاں تک دودھ کی حرمت کا تعلق ہے ایک فرقہ نے ایک سال مقرر کیا ہے نہ کم اور نہ زیادہ، ایک فرقہ کا خیال ہے دو سال اور جو اس کے ساتھ مہینے ملے ہوتے ہیں جب دودھ پلانے میں اتصال ہو۔ ایک جماعت کا خیال ہے: اگر بچے کو دو سال سے قبل دودھ چھڑا دیا گیا اور اس بچے نے دودھ چھوڑ دیا اگر اس نے اس کے بعد دو سالوں کے دوران دودھ پیا تو یہ دودھ حرمت ثابت نہیں کرے گا۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 5۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ، اَنْ زجاج کے قول کے مطابق محل نصب میں ہے۔ اس کا معنی ہے ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی کہ میرا شکر بجالاؤ۔ نحاس نے کہا: ان میں سے سب سے عمدہ قول ہے کہ ان مفسرہ ہو معنی ہے ہم نے اسے کہا: میرا شکر بجالاؤ اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نعمت ایمان پر الله تعالیٰ کا شکر بجالاؤ اور تربیت کی نعمت پر والدین کا شکر بجالاؤ۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: جس نے پانچ نمازیں پڑھیں تو اس نے الله تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور جس نے نمازوں کے بعد اپنے والدین کے لیے دعا کی اس نے ان کا شکر ادا کیا (1)۔

مسئلہ نمبر 6۔ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ٞ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیت اور اس سے قبل والی آیت حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں نازل ہوئیں جب آپ اسلام لائے ان کی والدہ جو حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ تھی اس نے قسم اٹھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائے گی جس طرح ماقبل آیت کی تفسیر میں گزرا ہے۔

مسئلہ نمبر 7۔ وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے مصاحب معروفا یہ جملہ بولا جاتا ہے: صاحبتہ مصاحبۃ و مصاحبا، معروفا سے مراد جو اچھا ہو۔

آیت اس امر پر دلیل ہے کہ کافر والدین اگر وہ فقیر ہوں تو مال سے جتنا ممکن ہو ان کی مدد کرنی لازم ہے نرم گفتگو اور نرمی سے اسلام کی طرف دعوت دینا لازم ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جب ان کے پاس ان کی خالہ یا رضاعی ماں آئی تھی انہوں نے عرض کی: یا رسول الله! میری ماں میرے پاس آئی ہے جب کہ وہ راغبہ ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا: "ہاں"، راغبہ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: میرے نزدیک ظاہر معنی یہ ہے وہ صلہ رحمی میں رغبت رکھتی ہے اگر اس کو حاجت نہ ہوتی تو حضرت اسماء کی خدمت میں حاضر نہ ہوتی۔ حضرت اسماء کی والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن عبداسد تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبدالرحمن کی والدہ قدیمی مسلمان تھیں (2)۔

مسئلہ نمبر 8۔ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ تمام عالم کے لیے وصیت ہے، گویا مامور انسان ہے۔ اَنَابَ اس کا معنی مائل ہونا اور کسی شے کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ انبیاء اور صالحین کا راستہ ہے۔ نقاش نے حکایت بیان کی ہے: جن کو حکم دیا گیا ہے

1۔ معالم التنزیل، جلد 4، صفحہ 410
2۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 349

وہ حضرت سعد ہیں۔ والذی اناب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ کہا: جب حضرت ابوبکر صدیق مسلمان ہوئے تو حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت سعید اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان کے پاس آئے اور پوچھا: آپ ایمان لے آئے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ تو آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (الزمر:9) جب ان چھ افراد نے یہ سنا تو وہ بھی ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ (الزمر:17) (1) ایک قول یہ کیا گیا ہے: الذی اناب سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت سعد اسلام لائے تو ان کے ساتھ ان کے دو بھائی عامر اور عویمر بھی اسلام لے آئے ان میں صرف عتبہ مشرک رہ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا کہ جو قبور میں ہیں ان کو دوبارہ اٹھائے گا، جزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہوگا اور اللہ تعالیٰ چھوٹے بڑے اعمال پر آگاہ ہے (2)۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ⑯

"(لقمان نے کہا) پیارے فرزند! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر وزنی ہو یا پھر وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں (چھپی) ہو تو لے آئے گا اسے اللہ تعالیٰ، بے شک اللہ تعالیٰ بہت باریک بین، ہر چیز سے باخبر ہے"۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! یہ قول حضرت لقمان علیہ السلام کا ہے اس قول کے ذریعے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آگاہ کرنا چاہا (3)۔ یہ وہ آخری حد تھی جس کو سمجھانا ممکن تھا، کیونکہ خردلہ کے بارے میں کہا جاتا ہے: حس اس کے وزن کا ادراک نہیں کرسکتی، کیونکہ یہ ترازو کو نہیں جھکاتا، یعنی اگر ان مواقع پر رائی کے دانہ کے برابر رزق ہو اللہ تعالیٰ اسے لے آتا ہے اور وہاں تک پہنچاتا ہے جس کا یہ رزق ہوتا ہے، یعنی رزق کا ایسا اہتمام نہ کر یہاں تک کہ تو اس کے ساتھ فرائض سے غافل ہو جائے اور جس نے میری طرف رجوع کیا ہے اس کے راستہ کی اتباع سے غافل ہو جائے۔

میں کہتا ہوں: اس معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو ارشاد ہے: لا تکثر همك ما يقدّر يكون وما ترزق ياتيك (4) اپنی کدوکاوش کو زیادہ نہ کرو جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا اور جو تیرے حق میں رزق مقدر کیا گیا ہے وہ تجھ تک پہنچ جائے گا۔ اس آیت نے اس امر کو بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہے، اس نے

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 349
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 350
3۔ ایضاً
4۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 109، حدیث نمبر 505

ہر شے کو شمار کر رکھا ہے، وہ پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت لقمان کے بیٹے نے اپنے باپ سے اس دانہ کے بارے پوچھا جو سمندر کے تہہ میں پڑا ہوتا ہے کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے؟ تو حضرت لقمان نے اس آیت کے معنی میں جواب دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اس نے اعمال، معاصی اور طاعات کا ارادہ کیا، یعنی اگر نیکی یا خطا دانہ برابر ہو اللہ تعالیٰ اسے بھی لے آئے گا یعنی جس انسان سے اس کا وقوع مقدر ہے وہ اس سے فوت نہ ہوگی۔ اس معنی کے اعتبار سے موعظہ میں امید اور خوف حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وضاحت کی طرف منسوب ہے پہلے قول میں امید اور خوف نہیں ہے۔

مِثْقَالَ حَبَّةٍ اس سے مراد ہے جو جواہر کے مناسب ہے یعنی دانہ کی مقدار اور اعمال کے مناسب ہو، یعنی جسے دانہ کے برابر مماثلت کے طریقہ پر وزن کیا جاتا ہے۔ جس نے کہا: یہ جواہر میں سے ہے اس کی تائید اس کا قول کرتا ہے جو عبدالکریم جزری کی قراءت ہے فَتَكِنَّ کاف کے کسرہ اور نون کی تشدید کے ساتھ ہے یہ کن سے مشتق ہے جس سے مراد ڈھانپی ہوئی چیز ہے اس کا اسم مضمر ہے اس کی تقدیر یوں ہوگی اِن تَكُ تاء کے ساتھ مثقال سے اوپر جو کہ کان کی جر کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا اسم مضمر ہے اس کی تقدیر مسألتك ہے جس طرح روایت کی گئی ہے یا اس کا اسم المعصية والطاعة ہے؛ یہ دوسرے قول کے اعتبار سے ہے۔ اس کی صحت پر ابن لقمان کا اپنے باپ کے لیے قول دلالت کرتا ہے: اے میرے باپ! اگر میں ایسی جگہ کوئی غلطی کروں جہاں مجھے کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کیسے جانے گا؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے اسے کہا: **یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ** ان کا بیٹا مضطرب ہی رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا؛ یہ مقاتل کا قول ہے۔

اِنَّهَاۤ کی ضمیر ضمیر قصہ ہے، جس طرح تو کہتا ہے: انها هند قائمة یعنی اگر وہ عمل دانہ برابر ہو۔ بصری اسے جائز خیال کرتے ہیں: إنها زيد ضربته یعنی ہا ضمیر سے مراد قصہ ہو۔ کوفی اسے مونث میں ہی جائز سمجھتے ہیں جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ نافع نے پڑھا: مثقال یعنی مرفوع پڑھا ہے۔ اس اعتبار سے تك، خردله کے معنی کی طرف لوٹے گی، یعنی إن تك حبة من خردل۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مثقال کی طرف ایسا فعل منسوب کیا جس میں تانیث کی علامت ہے اس حیثیت سے کہ وہ مثقال مونث کی طرف مضاف ہے وہ مثقال اسی کی جنس سے ہے لان مثقال الجنة من الخردل امام سيئة او حسنة کیونکہ رائی کے دانہ کے وزن کے برابر یا تو برائی ہوگی یا نیکی ہوگی جس طرح فرمایا **فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا** (الانعام: 160) یہاں عشر کو مونث ذکر کیا (کیونکہ یہ اپنی تمیز کے خلاف استعمال ہوتا ہے) اگرچہ مثل کا لفظ مذکر ہے کیونکہ یہاں امثال سے حسنات کا ارادہ کیا؛ جس طرح شاعر کا قول ہے۔

مَشَیْنَ کما اهتزت رِماحٌ تسفَّهتْ أعالیَها مَرُّ الرِّیاحِ النَّواسِمِ(1)

جب وہ چلتی ہیں تو وہ اپنی چال میں جھومتی ہیں اور دہری ہوتی ہیں گویا وہ نیزے ہیں جن کو کھڑا کیا گیا ہے جن پر ہوائیں چل رہی ہیں تو وہ جھول رہے ہیں اور دہرے ہو رہے ہیں۔ محل استدلال تسفهت ہے جس کا فاعل مر مصدر ہے، یہاں تت

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 350

تقع کے معنی میں ہے اس لیے یہ خبر کا تقاضا نہیں کرتا۔

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کلام کا معنی تفہیم میں مبالغہ کرنا اور انتہا کو پہنچنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی چیز تک پہنچتی ہے جو تہہ در تہ چٹانوں میں ہو، جو آسمانوں میں ہو اور جو زمین میں ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہاں صخرہ سے مراد سات زمینوں کے نیچے چٹان ہے جس پر زمین ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ایسی چٹان ہے جو حوت مچھلی کی پشت پر ہے (1)۔ سدی نے کہا: یہ ایسی چٹان ہے جو آسمان اور زمین میں نہیں، بلکہ سات زمینوں سے ماوراء ہے اس پر ایک فرشتہ کھڑا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ ان آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ سے کفایت ہو جاتی ہے۔ یہ ایسا قول ہے جو ممکن ہے یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ تاکید ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ (العلق) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (الاسراء: 1)

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ﴿۱۷﴾

''میرے پیارے بچے نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکتے رہو اور صبر کیا کرو اس مصیبت پر جو تمہیں پہنچے، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اپنے بیٹے کو طاعات میں سے عظیم طاعت کی وصیت کی وہ نماز، معروف کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ اس سے یہ ارادہ کرتا ہے کہ پہلے خود اس کو بجالائے اور منکر سے رکے یہاں یہ لفظ تمام طاعات اور فضائل کو جامع ہے۔ جس نے بھی کہا، بہترین کہا:

وأبدر بنفسك فانهها عن غيّها فإذا انتهت عنه فأنت حكيم

اپنی ذات سے شروع کرو اور اسے سرکشی سے روکو جب نفس اس سے رک گیا تو تو حکیم ہے۔

ان اشعار کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ یہ ارشاد تقاضا کرتا ہے کہ تجھے منکر کو ختم کرنے پر برانگیختہ ہونا چاہیے اگرچہ تجھے ضرر پہنچے۔ یہ اس امر کا شعور دلاتا ہے کہ منکر کو ختم کرنے والے کو بعض اوقات اذیت دی جاتی ہے۔ یہ مقدار ندب اور استحباب کے طریقہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قوت کے اعتبار سے ہے جہاں تک اس کے لزوم کا تعلق ہے تو ایسا نہیں (2)۔ یہ بحث سورۂ آل عمران اور سورۂ مائدہ میں گزر چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں آپ کو دنیا کے مصائب پر صبر کا حکم دیا گیا

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 337
2۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 351

ہے جس طرح امراض وغیرہ ہوتی ہیں اور یہ حکم دیا گیا کہ گھبراہٹ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی طرف نہ نکلیں۔ یہ اچھا قول ہے کیونکہ یہ عام ہے۔

مسئلہ نمبر3۔ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مشکلات پر صبر کیا جائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے، یعنی یہ ان امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؛ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ مراد ہو کہ یہ مکارم اخلاق اور محتاط لوگوں جو نجات کے راستے پر چلنے والے ہیں ان کے امور میں سے ہیں۔ ابن جریج کا قول زیادہ صحیح ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ

''اور (تکبر کرتے ہوئے) نہ پھیر لے اپنے رخسار کو لوگوں کی طرف سے اور نہ چلا کر زمین میں اتراتے ہوئے، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا کسی گھمنڈ کرنے والے، فخر کرنے والے کو''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر1۔ نافع، ابو عمرو، حمزہ، کسائی اور ابن محیصن نے تصاعر صاد کے بعد الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یہ باب تفاعل سے ہے ابن کثیر، عاصم، ابن عامر، حضرت حسن بصری اور مجاہد نے تصعر پڑھا ہے جوزی نے تصعر صاد کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی قریب قریب ہے۔ صعر کا معنی باقی ہونا ہے۔ اس معنی میں بدو کا قول ہے: قد أقام الدهر صعري، بعد أن أقمت صعره

زمانے نے میرے جھکاؤ کو سیدھا کر دیا بعد اس کے کہ میں نے اس کا جھکاؤ سیدھا کیا تھا۔ اسی معنی میں عمرو بن حنی تغلبی کا قول ہے:

وكنا إذا الجبار صَعّر خدّه أقمنا له من مَيْله فتقوّمِ(1)

جب جبار اپنے رخسار کو پھیر لیتا ہے تو ہم اس کے میلان کو سیدھا کر دیتے ہیں تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے۔

طبری نے اسے فتقوما پڑھا۔ ابن عطیہ نے کہا: یہ غلط ہے کیونکہ شعر کا قافیہ مخفوض (مجرور) ہے۔ ایک اور شعر میں ہے: أقمنا له من خدّه المتصعر ہم اس کے مڑے ہوئے رخسار کو سیدھا کر دیتے ہیں۔

ہروی نے کہا: ولا تصاعر یعنی تکبر کرتے ہوئے ان سے اعراض نہ کیجئے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے اصاب البعير صَعَر وَصَيَدٌ جب اونٹ کو کوئی ایسی بیماری لگے جس سے اس کی گردن مڑ جائے۔ متکبر کو کہا جاتا ہے: فيه صعرٌ وصيدٌ۔ لا تصعر کا معنی ہے اپنے رخسار کو ہمیشہ موڑے نہ رکھ۔ حدیث طیبہ میں ہے: يأتي على الناس زمان ليس فيهم إلا أصعر او ابتر لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جس زمانہ میں لوگوں میں متکبر اور بے نسل کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ اصعر اسے کہتے ہیں جو تکبر کی وجہ سے منہ موڑے

1۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 351

ہوئے ہو، مراد کمینے لوگ ہیں جن کا کوئی دین نہ ہوگا۔ حدیث طیبہ میں ہے: کل صعار ملعون ہر متکبر ملعون ہے (1)۔

مسئلہ نمبر 2۔ آیت کا معنی ہے: آپ اپنے رخسار کو لوگوں پر تکبر کرتے ہوئے، فخر کرتے ہوئے اور انہیں حقیر جانتے ہوئے ایک طرف نہ کرو؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت کا قول ہے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے جب تیرے سامنے کسی کا ذکر کیا جائے تو تو اپنی بانچھ کو ایک طرف کرلے گویا تو اس کو حقیر جانتا ہو، معنی ہے تواضع کرتے ہوئے، انس و محبت کرتے ہوئے ان کی طرف توجہ کیجئے جب ان میں سے چھوٹے سے چھوٹا بھی آپ سے بات کرے تو اس کی بات توجہ سے سنیے یہاں تک کہ وہ اپنی بات مکمل کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح عمل فرمایا کرتے تھے (3)۔

میں کہتا ہوں: اسی معنی میں وہ روایت ہے جسے امام مالک نے ابن شہاب سے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا: ''باہم بغض نہ رکھا کرو ایک دوسرے سے اعراض نہ کیا کرو، باہم حسد نہ کیا کرو اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن تک لاتعلق رہے'' (4)۔ حدیث میں موجود لفظ التدابر کا معنی ہے اعراض کرنا، کلام، سلام وغیرہ ترک کرنا۔ اعراض کو تدابر کا نام دیا گیا کیونکہ جس سے تو بغض کرتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے اور اپنی پشت کو اس کی طرف کرلیتا ہے، اسی طرح وہ تیرے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ جس سے تو محبت کرتا ہے تو اپنا منہ اس کی طرف کرلیتا ہے اور تو اس کے بالمقابل ہوتا ہے تاکہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو۔ جو آدمی اپنا رخسار پھیر لیتا ہے اس میں تدابر کا معنی موجود ہے، مجاہد نے بھی اس کے ساتھ تفسیر بیان کی ہے۔ ابن خویز منداد نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ سے مراد ہے گویا اللہ تعالیٰ نے منع کیا کہ انسان اپنے آپ کو بغیر ضرورت کے ذلیل کرتا رہے اس کی مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: لیس للانسان ان یذل نفسہ (5) انسان کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرے۔

مسئلہ نمبر 3۔ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا تکبر کرتے ہوئے زمین میں چلے۔ مَرَحًا مصدر ہے حال کی جگہ واقع ہے۔ سورۃ الاسراء میں بحث گزر چکی ہے۔ اس کا معنی چستی اور خوشی سے چلنا جب کہ کوئی کام اور حاجت نہ ہو۔ اس اخلاق و کردار والے فخر کو لازم پکڑتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔ مرح اسے کہتے ہیں جو اپنی چال میں تکبر کرتا ہے۔ یحییٰ بن جابر کائی، ابن عائذ ازدی سے وہ غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن عبید بن عمیر بیت المقدس آئے۔ کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس بیٹھے میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا: قبر بندے سے کلام کرتی ہے جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے وہ بندے کو کہتی ہے: اے انسان! تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکے میں رکھا؟ کیا تجھے علم نہیں تھا میں تنہائی کا گھر ہوں؟ کیا تو نہیں جانتا میں تاریکی کا گھر ہوں؟ کیا تو نہیں جانتا میں حق کا گھر ہوں؟ اے انسان

1۔ النہایہ فی غریب الحدیث، جلد 3، صفحہ 31　　2۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 351

3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 3، صفحہ 1497　　4۔ موطا امام مالک، حسن الخلق، ماجاء فی الھجرۃ، صفحہ 706

5۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، صفحہ 298

تجھے کس چیز نے میرے بارے میں دھوکہ میں مبتلا کیا؟ تو میرے اردگرد متکبر بنتے ہوئے چلا کرتا تھا۔

ابن عائذ نے کہا: میں نے غضیف سے کہا: اے ابا اسماء فداد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اے بھتیجے! بعض اوقات جو تیری چال ہوتی ہے۔ ابو عبید نے کہا: معنی ہے زیادہ مال والا اور تکبر والا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو گھسیٹا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا'' (1)۔ فَخُوۡرٍ اسے کہتے ہیں جو اسے عطا کیا گیا ہے اس کو شمار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا نہیں لاتا؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اس سے مراد نسب پر اور دوسرے امور میں فخر کرنا۔

وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿۱۹﴾

''اور میانہ روی اختیار کر اپنی رفتار اور دھیمی کر اپنی آواز بے شک سب سے وحشت انگیز آواز گدھے کی آواز ہے''۔

اس میں چھ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ جب مذموم اخلاق سے منع کیا تو اخلاق کریمہ کو آپ کے لیے بیان کیا جن اخلاق کریمہ کو اپنانا چاہیے۔ فرمایا: وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ اس میں میانہ روی اپناؤ۔ قصد سے مراد تیزی اور سستی کی درمیانی حالت ہے بعض مرنے کا بہانہ کرنے والوں کے چلنے کی طرح رینگ رینگ کر نہ چلو اور چالاکوں کی طرح اچھل اچھل کر نہ چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تیز رفتاری مومن کے رعب کو ختم کر دیتی ہے'' (2)۔ جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب چلا کرتے تو تیز چلا کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قول: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلتے تو تیز چلتے تو اس سے مراد وہ تیزی تھی جو بناوٹی مرنے والے کی چال سے بڑھ کر ہوتی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جس کی یہ صفت ہو اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان کی ہے جس کی وضاحت سورۂ فرقان میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ اپنی آواز کو پست رکھو یعنی آواز بلند کرنے میں تکلف سے کام نہ لو اور اتنی آواز بلند کرو جتنی ضرورت ہو، کیونکہ ضرورت سے زائد آواز کو بلند کرنا یہ تکلف ہے جو اذیت دیتا ہے۔ سب سے مراد تواضع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موذن سے فرمایا جس نے اپنی طاقت سے بڑھ کر آواز کو بلند کرنے کا تکلف کیا: مجھے خوف ہوا کہ تیرا مریطاء پھٹ جائے گا موذن حضرت ابو محذورہ سمرہ بن معیر تھے مریطاء سے مراد ناف سے لے کر شرمگاہ تک کا حصہ ہے (3)۔

مسئلہ نمبر 3۔ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ان میں سے قبیح ترین اور وحشت ناک ہے۔ اس معنی میں یہ جملہ ہے: اتانا بوجه منکر، وہ ہمارے پاس ناپسندیدہ چہرے کے ساتھ آیا۔ گدھا بلیغ مذمت اور گالی میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی طرح اس کا ہینگنا۔ وہ ان کے الگ ذکر کو برائی خیال کرتے ہیں وہ اس کا ذکر کنایہ کے انداز میں

1۔ صحیح بخاری، فضائل الصحبہ، قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا، جلد 1، صفحہ 517

2۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 412، حدیث نمبر 41620

3۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 3، صفحہ 1498

کرتے ہیں اور صراحت کے ساتھ ذکر کرنے سے اعراض برتتے ہیں، وہ کہتے ہیں: الطویل الاذنین گدھا۔ جس طرح وہ گندی چیزوں کا ذکر صراحت سے نہیں کرتے۔ اس امر کو خلاف ادب سمجھا گیا ہے کہ صاحب مروت لوگوں کی مجلس میں گدھے کا ذکر کیا جائے۔ عرب ننگ و عار کی وجہ سے گدھے پر سواری نہیں کرتے تھے اگرچہ انہیں پیدل بھی چلنا پڑتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور تواضع کی خاطر اس پر سوار ہو جاتے۔

مسئلہ نمبر 4۔ آیت میں اس امر پر دلیل ہے کہ گفتگو میں اور ناراضگی کے وقت آواز کو بلند کرنا قبیح ہے کیونکہ گدھوں کی آواز قبیح ہے کیونکہ ان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ''جب تم گدھے کے ہینگنے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ انہوں نے شیطان کو دیکھا ہے'' (1)۔ یہ بھی مروی ہے: گدھا نہیں ہینگتا اور کتا نہیں بھونکتا مگر وہ شیطان کو دیکھتا ہے''۔ سفیان ثوری نے کہا: ہر شی کی آواز تسبیح ہے مگر گدھوں کی آواز (2)۔ عطا نے کہا: گدھوں کا ہینگنا ظالموں کے خلاف بددعا ہے (3)۔

مسئلہ نمبر 5۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ادب ہے کہ لوگوں کے سامنے ان کو ذلیل سمجھتے ہوئے چیخنے کو ترک کیا جائے یا مطلق چیخنے کو ترک کیا جائے۔ عرب بلند آواز پر فخر کیا کرتے تھے ان میں سے جس کی آواز شدید ہوتی تو وہ زیادہ معزز ہوتا۔ اور ان میں سے جس کی آواز پست ہوتی تو وہ ذلیل ہوتا۔ ان کے شاعر نے کہا:

جهير الكلام جهير العُطاس جهير الرّواء جهير النَّعَم

میرا ممدوح اونچی گفتگو کرنے والا، زوردار چھینک مارنے والا، خوبصورت چہرے والا اور بہت زیادہ اونٹوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کے خلق سے اس ارشاد کے ساتھ منع کیا (4): اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ یعنی اگر آواز کی وجہ سے کسی سے ڈرا جاتا تو گدھے سے ڈرا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مثال میں برابر کر دیا (5)۔

مسئلہ نمبر 6۔ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ لام تاکید کے لیے ہے۔ صوت کے لفظ کو واحد ذکر کیا اگرچہ یہ جماعت کی طرف مضاف ہے کیونکہ یہ مصدر ہے مصدر کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ صات یَصُوت صَوْتا وھو صائت کا مصدر ہے یوں بھی کہا جاتا ہے: صوّت یصوت فھو مصوّت رجل صاتٌ ایسا آدمی جس کی آواز شدید ہو، جس طرح ان کا قول ہے: رجل مالٌ و نالٌ ایسا آدمی جس کا مال و منال زیادہ ہو۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ۭ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

1۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، خیر المال غنم، جلد 1، صفحہ 466 2۔ معالم التنزیل، جلد 4، صفحہ 412

3۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 341 4۔ المحرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 352

5۔ تفسیر الحسن البصری، جلد 4، صفحہ 279

اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار بنا دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور تمام کردی ہیں اس نے تم پر ہر قسم کی نعمتیں ظاہری بھی اور باطنی بھی اور بعض ایسے نادان لوگ بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں (رسول کریم سے) اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہ ان کے پاس علم ہے نہ ہدایت اور نہ کوئی روشن کتاب۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو پیروی کریں گے اس کی جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو کیا وہ (انہیں کی اتباع کریں گے) خواہ شیطان انہیں (اسی طرح) دعوت دے رہا ہو بھڑکتے ہوئے عذاب کی"۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر کیا جو اس نے انسانوں پر کی ہیں اور یہ کہ اس ذات پاک نے انسانوں کے لیے ان تمام چیزوں کو مسخر کردیا ہے جو آسمانوں میں ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے اور فرشتے جو ان کی نگہداشت کرتے ہیں اور ان کے منافع ان کی طرف کھینچ کر لا رہے ہیں۔

وَمَا فِي الْاَرْضِ یہ پہاڑوں، درختوں، پھلوں اور جن چیزوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا ان سب کو شامل ہے۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ اس نے تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل کیا۔ حضرت ابن عباس اور یحییٰ بن عمارہ نے سین کی بجائے صاد سے پڑھا ہے، کیونکہ حروف مستعلیہ سین کو اس کی پستی سے اس کی بلندی کی طرف کھینچتے ہیں اور اسے صاد کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔

النعم یہ نعمت کی جامع ہے جس طرح سورۃ کی جمع سور آتی ہے سدرہ اور سدر دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ نافع، ابوعمر اور حفص کی قراءت ہے۔ باقی قراء نے نعمۃ مفرد کا صیغہ پڑھا ہے۔ اور مفرد کا صیغہ بھی کثرت پر دلالت کرتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم: 34) صحیح سندوں سے یہی ثابت ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی اسلام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا جب کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا تھا: "الظاهرة سے مراد اسلام اور تیری شکل و صورت میں سے جو حسن ہے وہ مراد ہے اور الباطنه سے مراد جو تیرے برے اعمال میں سے تجھ پر پوشیدہ ہیں" (1)۔

نحاس نے کہا: اس کی وضاحت یہ ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں کہا: وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (المائدہ: 6) فرمایا: تمہیں جنت میں داخل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی بندے پر کامل نعمت یہ ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے جب اسلام کے معاملہ کا انجام جنت ہے تو اسے نعمت کا نام دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ظاهرة سے مراد صحت اور کمال خلق ہے اور باطنه سے مراد معرفت اور عقل ہے۔ محاسبی نے کہا: ظاهرة سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں اور باطنة سے مراد اخروی نعمتیں ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ظاهرة سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آنکھوں سے دیکھی جائیں جیسے مال، جاہ و حشمت، لوگوں میں جمال، طاعت کی توفیق اور باطنه سے مراد وہ ہیں جسے انسان اپنے نفس میں پاتا ہے۔ اللہ

1۔ تفسیر الحسن البصری، جلد 4، صفحہ 279

تعالیٰ کی معرفت، حسن یقین اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے جو آفات دور کرتا ہے۔ ماوردی نے اس بارے میں تیرہ اقوال ذکر کیے ہیں سب اس طرف لوٹتے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ اس کا معنی سورۃ الحج وغیرہ میں داخل ہے۔ یہ ایک یہودی کے حق میں آیت نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی: یا محمد! مجھے اپنے رب کے بارے میں بتائیے؟ وہ کس چیز کا ہے؟ ایک بجلی آئی جس نے اسے مار ڈالا، یہ مجاہد کا قول ہے۔ سورۃ الرعد میں بھی یہ بحث گزر چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ کہا کرتا تھا: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (1)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وہ کسی دلیل کے بغیر خصومت کرتا ہے۔ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ واضح کتاب۔ شیطان اس کی طرف جو القا کرتا ہے اس کے ساتھ وہ خصومت کرتا ہے۔ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ (الانعام: 121) شیطان انہیں یہی القا کرتا ہے کہ وہ اپنے آباء کی پیروی کریں، جس طرح مابعد آیت میں ہے۔ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ یعنی شیطان انہیں عذاب سعیر کی طرف دعوت دے تب بھی وہ اس کی پیروی کریں گے۔

وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۲۲

"اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے درآنحالیکہ وہ محسن ہو تو بے شک اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا مضبوط حلقہ کو اور اللہ کی طرف ہی ہے تمام کاموں کا انجام"۔

وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ جو اپنی عبادت اور ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتا ہے۔

وَ هُوَ مُحْسِنٌ کیونکہ عبادت احسان اور دل کی معرفت کے بغیر کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ (طٰہٰ: 112) حضرت جبریل امین کی حدیث میں ہے عرض کی: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا: "تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر ایسا نہ ہو سکے تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے" (2)۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عروہ وثقی سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے (3)۔ سورۃ بقرہ میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ حضرت علی شیر خدا، سلمی اور عبد اللہ بن مسلم بن یسار نے اسے ومن یسلّم پڑھا ہے۔ نحاس نے کہا: يُّسْلِمْ اس میں زیادہ معروف ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ (آل عمران: 20) اس کا معنی ہے: میں نے اپنی عبادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قصد کیا۔ یسلّم کثرت کی بناء پر ہے، مگر سلمت، دفعت کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: سلمت فی الحنطۃ بعض اوقات یہ جملہ بولا جاتا ہے: اسلمت۔ زمخشری نے کہا:

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 343
2۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 12
3۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 343

حضرت علی شیر خدا نے اسے وَمَنْ یُسَلِّمْ شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: أسلِم أمرك، سلِّمه أمرت إلى الله معاملہ اللہ کے سپرد کردو۔

اگر تو کہے: کیا وجہ ہے اسے الی کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے جب کہ اسے اس ارشاد میں لام کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ (البقرہ: 112) میں جواب دوں گا جب اسے لام کے ساتھ متعدی کیا جائے اس نے پوری ذات اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردی۔ اور جب الی کے ساتھ متعدی ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ اس نے اپنا آپ اس کے سپرد کر دیا ہے، جس طرح کوئی سامان کسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مراد اس پر بھروسہ کرنا اور ایک چیز اس کے سپرد کرنا ہے (1)۔ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اس کا انجام اللہ کے سپرد ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝

''اور جس نے کفر کیا تو نہ غمزدہ کرے آپ کو اس کا کفر، ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پس ہم آگاہ کریں گے انہیں جو انہوں نے کیا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں (چھپا) ہے۔ ہم لطف اندوز ہونے دیں گے انہیں تھوڑی دیر، پھر ہم انہیں ہانک کر لے جائیں گے سخت عذاب کی طرف''۔

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا کا مطلب ہے کہ ہم انہیں بدلہ دیں گے۔ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ہم دنیا میں انہیں تھوڑے عرصہ کے لیے باقی رکھیں گے جس سے وہ لطف اندوز ہوں گے۔ ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ پھر ہم انہیں پناہ دیں گے اور ہم انہیں ہانک کر لے جائیں گے۔ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ اس سے مراد عذاب جہنم ہے۔ من کا لفظ واحد اور جمع سب کے لیے موزوں ہے اسی وجہ سے فرمایا: کُفرہ پھر فرمایا مرجعھم اور مابعد معنی کے اعتبار سے ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

''اور اگر دریافت کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، فرمایئے: الحمدللہ (حق واضح ہوگیا) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یقیناً اللہ ہی بے نیاز ہے (اور) ہر تعریف کے لائق''۔

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ وہ اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے تو وہ اس کے علاوہ کسی اور کی کیوں عبادت کرتے ہیں؟ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اس نے ہماری جو اپنے دین کی طرف راہنمائی کی اس پر الحمدللہ اس ذات کے علاوہ کسی اور کے لیے حمد نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وہ نظر و فکر نہیں کرتے اور تدبر نہیں کرتے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب ملکیت اور خلق

1۔ تفسیر الکشاف، جلد 3، صفحہ 499

کے اعتبار سے اسی کا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی مخلوق سے اور ان کی عبادت سے غنی اور بے نیاز ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تاکہ بندوں کو نفع پہنچائے۔ وہ اپنی صفت پر حمد کے لائق ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

''اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور اس کے علاوہ سات سمندر اسے (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی ختم نہیں ہوں گے اللہ کی باتیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بڑا دانا ہے''۔

جب مشرکین کے خلاف استدلال کیا ہے جس کے ساتھ استدلال کیا ہے تو اس امر کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے کلام کے معانی ختم نہیں ہوں گے ان کی کوئی انتہا نہیں۔ قفال نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ذکر کیا کہ اس ذات پاک نے ان کے لیے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے اور ان پر اپنی نعمتیں بہائی ہیں تو اس امر پر بھی آگاہ کیا کہ اگر درخت قلمیں ہوتے اور سمندر روشنائی ہوتی اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت کے عجائبات کو لکھا جاتا جو عجائبات اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے تو وہ عجائبات ختم نہ ہوتے۔

قشیری نے کہا: ان کلمات کے معنی کو مقدورات کی طرف پھیرنا اور آیت کو کلام قدیم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مخلوق کی تو کوئی نہ کوئی انتہا ہوگی، جب اس کی مقدورات کی انتہا سے نفی کر دی گئی تو یہ اس انتہا کی بھی نفی ہوگی جو مستقبل میں اس کی ایجاد کی تقدیر سے متعلق ہو۔ یہی وہ چیز ہے جسے موجود محصور کر دے اور اس کا شمار کر دے تو اس کے لیے انتہا ہونا ضروری ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ قدیم کی کوئی انتہا نہیں۔ سورۂ کہف کے آخر میں کَلِمٰتُ اللّٰهِ کے معنی کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے۔

ابوعلی نے کہا: کلمات سے مراد (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) وہ چیز ہوگی جو تحت القدرت ہو نہ کہ اس سے مراد وہ چیز ہوگی جو وجود کی طرف نکل چکی ہے یعنی موجود ہو چکی ہو(1)۔ یہ اس کی مثل ہے جو قفال نے کہا: غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کے معانی کی کثرت کو بیان کرنا ہے۔ یہ فی نفسها غیر متناہی ہیں۔ متناہی چیز کے ساتھ امر کو انسان کے ذہن کے قریب کیا ہے کیونکہ یہ وہی غایت ہے انسان کثرت میں سے جس سے آگاہ ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ اگر اس سے زیادہ کلام اور سمندر ہوں تو وہ ختم ہو جائیں گے۔ آیت کے نزول کا معنی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کلمات سے مراد قدیم کلام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس آیت کا سبب یہ ہے کہ یہودیوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس آیت کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (الاسراء) جب کہ ہم کو تورات عطا کی گئی جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کے احکام ہیں اور آپ کے ہاں یہ بھی ہے کہ یہ ہر چیز کا بیان ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تورات کثیر میں سے قلیل ہے(2)'' اور یہ آیت نازل ہوئی، آیت مدنی ہے۔ ابوجعفر نحاس نے کہا: یہ بات واضح ہے کہ یہاں کلمات سے مراد علم اور حقائق الاشیاء ہیں

1۔ محرر الوجیز، جلد 4، صفحہ 354　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 353

کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوقات جو آسمانوں اور زمین میں ہیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے بھی علم رکھتا تھا وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو ذرہ کا وزن رکھتی ہیں، تمام اجناس کا علم رکھتا ہے، ان میں جو مال اور اعضاء ہیں ان کو بھی جانتا ہے، درخت میں جو پتے ہیں انہیں بھی جانتا ہے اس میں شکل وصورت کی جو اقسام بنتی ہیں انہیں جانتا ہے اس میں جو تصرف کیا جاتا ہے جیسے ذائقہ اور رنگ ان کو جانتا ہے۔ اگر وہ ہر جانور کا رنگ نام رکھ دے، قلیل وکثیر میں سے جو جانتا ہے ان کے نام رکھ لے، اس پر جو احوال متغیر ہوں گے، ہر زمانہ میں ان میں جو اضافہ ہوگا ان سب کے نام رکھ دے ہر درخت کو الگ واضح کر دے، اس سے جو شاخیں پھوٹتی ہیں اس کو واضح کر دے اور ہر زمانہ میں اس سے جو خشک ہوتا ہے اس کو مقدر کر دے پھر ان میں سے ہر ایک پر بیان اس چیز کو لکھے اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کا احاطہ کیے ہوئے ہے پھر سمندر اس بیان کی سیاہی بن جائے جسے اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کے بارے میں بیان کیا ہے بعد میں سات اور سمندروں سے اس کی مدد کی جائے تو وہ بیان ان اشیاء سے زیادہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں: یہ قفال کے قول کا معنی ہے ان شاء اللہ۔ یہ اچھا قول ہے۔ ایک قوم کا نقطہ نظر ہے قریش نے کہا: یہ کلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے عنقریب مکمل ہو جائے گی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ سدی نے کہا: قریش نے کہا: محمد کا کلام کتنا ہی زیادہ ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ جمہور کی قراءت رفع کے ساتھ ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر جملہ میں اس کے بعد ہے اور جملہ حال کے محل میں ہے۔ گویا فرمایا: والبحر ھذہ حالہ سیبویہ نے بھی کلام اسی طرح مقدر کی ہے۔ ایک نحوی نے کہا: اس کا عطف ان پر ہے کیونکہ وہ مبتدا ہونے کی حیثیت میں محل رفع میں ہے۔ ابو عمرو اور ابن ابی اسحاق نے اسے والبحر منصوب پڑھا ہے اس کا عطف ما پر ہے جو ان کا اسم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اگر سمندر اس میں اضافہ کرتا۔ ابن ہرمز اور حضرت حسن بصری نے یمدہ پڑھا ہے جو امدۃ سے مشتق ہے۔ ایک فرقہ کا کہنا ہے: دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ ایک جماعت کا کہنا ہے: مجرد کا لفظ اس وقت بولتے ہیں جب ایک چیز کا بعض بعض میں اضافہ کرے جس طرح تو کہتا ہے: مد النیل الخلیج یعنی نیل نے اس میں اضافہ کر دیا۔ أمد الشئ جب ایک چیز دوسری چیز کا جز نہ ہو۔ یہ بحث سورۂ بقرہ اور آل عمران میں گزر چکی ہے۔ جعفر بن محمد نے پڑھا: والبحر مدادہ، ما نفدت کلمات اللہ اس کے بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یہ بھی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: یہاں بحر سے مراد میٹھا پانی ہے جو قلموں کو اگاتا ہے جہاں تک نمکین پانی کا تعلق ہے تو وہ قلموں کو نہیں اگاتا۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۲۸

”نہیں ہے تم سب کو پیدا کرنا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرنا (اللہ کے نزدیک) مگر ایک نفس کی مانند، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، دیکھنے والا ہے“۔

ضحاک نے کہا: تم سب کی تحقیق ایک نفس کی تخلیق کی طرح ہی ہے اور قیامت کے روز تمہارا اٹھانا ایک نفس کے اٹھانے کی طرح ہوگا۔ نحاس نے کہا: نحویوں نے یہی مقدر کیا ہے کہ تم سب کو پیدا کرنا ایک نفس کے پیدا کرنے کی طرح ہوگا، یعنی لفظ خلق

مقدر ہے جس طرح اس ارشاد میں ہے: وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ (یوسف:82) مجاہد نے کہا: کیونکہ وہ قلیل اور کثیر کے لیے فرماتا ہے كُنْ فَيَكُوْنُ (الانعام:73) ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے (1)۔ یہ آیت ابی بن خلف، ابی الاسدین، منبہ اور نبیہ جو حجاج بن سباق کے بیٹے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا پہلے نطفہ، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا پھر ہڈیاں۔ پھر آپ کہتے ہیں: ہمیں ایک لمحہ میں کامل صورت میں پیدا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا کیونکہ بندوں پر جو چیز مشکل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ اس کا پوری کائنات کو پیدا کرنا ایک نفس کے پیدا کرنے کی طرح ہے (2)۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ یعنی جو وہ کہتے ہیں بَصِيْرٌ اور دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

”کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اس نے کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چل رہا ہے (اپنے مدار میں) وقت مقرر تک اور یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب جاننے والا ہے۔ یہ ہیں اس کی قدرت کے کرشمے تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ ہی حق ہے اور بلاشبہ جنہیں وہ پکارتے ہیں اس کے سوا وہ سب باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ ہی بڑی شان والا بزرگ ہے“۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ اس کے بارے میں گفتگو سورۃ الحج اور سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ اوقات کا اندازہ لگانے اور منافع کی تکمیل کے لیے طلوع وغروب کے ساتھ انہیں مسخر کرایا (2)۔ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى حضرت حسن بصری نے کہا: مراد یوم قیامت ہے (3)۔ قتادہ نے کہا: اجل مسمی سے مراد اس کے طلوع وغروب کا وقت ہے نہ اس سے تجاوز کرتا ہے اور نہ اس سے پہلے طلوع وغروب کرتا ہے (4)۔ وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی جو ان چیزوں پر قادر ہے تو ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں کو جاننے والا ہو اور ان اشیاء کو جاننے والا تمہارے اعمال کا جاننے والا ہو۔ عام قراءت تعملون تاء کے ساتھ خطاب کا صیغہ ہے۔ سلمی، نصر بن عاصم اور دوری نے ابو عمرو سے یاء کے ساتھ غائب کا صیغہ پڑھا ہے یہ خطاب نہیں خبر ہے۔ ذلك اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم جان لو اور اقرار کرو ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہے۔ باطل سے مراد شیطان ہے؛ یہ مجاہد کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: باطل سے مراد ہے بتوں میں سے جن کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ وہ مقام ومرتبہ میں بلند اور بادشاہت میں بڑا ہے (5)۔

1۔ تفسیر مجاہد، صفحہ 210
2۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 345
3۔ تفسیر الحسن البصری، جلد 4، صفحہ 280
4۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 346
5۔ ایضاً

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

''کیا تم ملاحظہ نہیں کرتے کہ کشتی چلتی ہے سمندر میں محض اس کی مہربانی سے تاکہ وہ دکھائے تمہیں اپنی (قدرت) کی نشانیاں بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے''۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ، فلک سے مراد کشتیاں ہیں۔ تَجْرِیْ یہ جملہ خبر بن رہا ہے۔ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ تم پر جو وہ مہربانی فرماتا ہے اور تم پر جو رحمت فرماتا ہے کہ تمہیں اس سے خلاصی عطا فرماتا ہے۔ ابن ہرمز نے بنعمات اللہ قراءت کی۔ یہ نعمۃ کی جمع ہے اس کا معنی سلامتی ہے: اصل یہ تھا کہ عین کو حرکت دی جاتی پھر اسے ساکن کر دیا گیا۔ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ، من بعضیہ ہے یعنی تاکہ تمہیں کشتیوں کو چلتے ہوئے دکھائے؛ یہ یحییٰ بن سلام نے کہا۔ ابن شجرہ نے کہا: مِّنْ اٰیٰتِهٖ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں تم دیکھتے ہو۔ نقاش نے کہا: اللہ تعالیٰ انہیں جو رزق عطا فرماتا ہے (1)۔ حضرت حسن بصری نے کہا: سمندر کی چابی کشتیاں ہیں اور زمین کی چابی راستے ہیں اور آسمان کی چابی دعا ہے (2)۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ جو آدمی اس کی قضا پر صبر کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے۔ اہل معانی نے کہا: مومنوں میں سے جو بھی اس صفت کے حامل ہیں اس کا ارادہ کیا، کیونکہ صبر اور شکر ایمان کی خصلتوں میں سے سب سے فضیلت والی خصلتیں ہیں۔ آیت کا معنی علامت ہے اور علامت یہ مومن کے سینے میں ظاہر نہیں ہوتی یہ ظاہر ہوتی ہے جو بلا پر صبر کرے اور خوشحالی پر شکر کرے۔ شعبی نے کہا: صبر نصف ایمان ہے شکر نصف ایمان ہے، یقین کامل ایمان ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں دیکھا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ (الذریات) (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے'' (4)۔

وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝

''اور جب ڈھانپ لیتی ہیں انہیں پہاڑوں جیسی موجیں اس وقت پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خاص کرتے ہوئے اس کے لیے اپنے عقیدہ کو پھر جب بچالاتا ہے انہیں ساحل تک تو ان میں سے (چند ہی) حق پر رہتے ہیں اور نہیں انکار کرتا ہماری آیتوں کا مگر ہر وہ شخص جو غدار (اور) ناشکرا ہے''۔

وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ مقاتل نے کہا: پہاڑوں کی مانند۔ کلبی نے کہا: بادلوں کی مانند (5)؛ یہ قتادہ کا قول ہے یہ ظلۃ کی جمع ہے موج کو اس کے ساتھ تشبیہ اس کے بڑے اور بلند ہونے کی وجہ سے دی۔ نابغہ نے سمندر کی تعریف میں کہا:

یماشیهن　أخضر　ذو　ظلال　علی　حافاته　فِلَقُ　الدنان (6)

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 348　2۔ تفسیر الحسن البصری، جلد 4، صفحہ 280　3۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 347
4۔ کنز العمال، جلد 1، صفحہ 36، حدیث نمبر 61　5۔ معالم التنزیل، جلد 4، صفحہ 416　6۔ المحرر الوجیز، جلد 7، صفحہ 355

موج کو ظلل کے ساتھ تشبیہ دی موج واحد ہے اور ظلل جمع ہے کیونکہ موج آہستہ آہستہ آتی ہے اور اس کا بعض بعض پر سوار ہو جاتا ہے جس طرح پہاڑ ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جمع کے معنی میں ہے اس کو جمع کا صیغہ نہیں بنایا گیا کیونکہ یہ مصدر ہے اس کا اصل معنی حرکت اور ازدحام ہے اسی سے ماج البحر اور الناس یموجون ہے۔ کعب نے کہا:

فجئنا إلى موج من البحر وسطه أحابيش منهم حاسد و مقنع

ہم سمندر کی موج کی طرف آئے جس کے وسط میں حبشی تھے۔ ان میں سے کچھ حاسد اور کچھ سر جھکائے ہوئے تھے۔

محمد بن حنفیہ نے اسے پڑھا موج کالظلال یہ ظل کی جمع ہے: دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اس کی وحدانیت کا اعلان کرتے ہوئے وہ اپنے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دعا نہیں کرتے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ یعنی جب سمندر سے نجات عطا کی (1)۔ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سمندر میں اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرنے والے ہیں۔ نقاش نے کہا: وعدہ میں عدل کرنے والے ہیں۔ سمندر میں اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا خشکی میں اس کو پورا کرنے والے ہیں۔ حضرت حسن بصری نے کہا: مُّقْتَصِدٌ کا معنی ہے مومن ہیں اور توحید و طاعت کو اپنانے والے ہیں (2)۔ مجاہد نے کہا: قول میں درست ہیں اور کفر کو چھپانے والے ہیں (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کلام میں حذف ہے، معنی اس طرح ہے ان میں سے کچھ حق پرست ہیں اور کچھ کافر ہیں محذوف پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے:

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ختار کا معنی دھوکہ ہے۔

ختر کا معنی بہت ہی برا دھوکہ ہے، عمرو بن معدیکرب نے کہا:

فإنك لو رأيت أبا عمير ملأت يديك من غدر وختر (4)

اگر تو ابو عمیر کو دیکھے گا تو تو اپنے ہاتھوں کو دھوکہ سے بھر لے گا۔

اعشیٰ نے کہا:

بالأبلق الفَرْدِ من تيماء منزلُهُ حِصنٌ حَصينٌ و جارٌ غيرُ ختار

جوہری نے کہا: ختر کا معنی دھوکہ ہے۔ یوں جملہ بولا جاتا ہے: خترہ فھو ختار۔ ماوردی نے کہا: یہ جمہور کا قول ہے: عطیہ نے کہا: اس سے مراد انکار کرنے والا ہے یوں جملہ بولا جاتا ہے: خَتَرَ يَخْتُرُ و يَخْتِرُ خَتْرًا۔ قشیری نے اس کا ذکر کیا ہے، جحد الآیات سے مراد آیات کے ایمان کا انکار کرنا اور الجحد بالآیات سے مراد ان کے دلائل کا انکار کرنا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۟ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 348
2۔ تفسیر الحسن البصری، جلد 4، صفحہ 281
3۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 348
4۔ ایضاً

''اے لوگو! ڈرتے رہا کرو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ نہ بدلہ دے سکے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے اور نہ ہی بیٹا بدلہ دے گا اپنے باپ کی جانب سے کچھ بھی، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور نہ دھوکہ دے تمہیں دنیوی زندگی اور نہ فریب میں مبتلا کرے تمہیں اللہ سے وہ بڑا مکار دھوکہ باز''۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ، النَّاسُ سے مراد مومن اور کافر ہے، یعنی اس سے ڈرو اور اس کی وحدانیت کا انکار نہ کرو۔ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا سورۂ بقرہ وغیرہ میں یجزی کا معنی گزر چکا ہے اگر یہ کہا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے ایسے تین بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں انہیں جہنم کا عذاب نہیں پہنچے گا مگر قسم پوری کرنے کے لیے'' (1)۔ فرمایا: ''جس آدمی کو ان بیٹیوں کے ساتھ آزمایا گیا اس نے ان پر احسان کیا تو وہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے پردہ ہوں گی'' (2)۔ اسے جواب دیا جائے گا: اس آیت سے مراد ہے کوئی والد اپنے بچے کا گناہ نہیں اٹھائے گا، کوئی بچہ اپنے والد کا گناہ نہیں اٹھائے گا اور کسی کا دوسرے کی وجہ سے مواخذہ نہیں ہوگا اور احادیث سے مراد ہے موت پر صبر اور بچیوں کے ساتھ احسان کا ثواب بندے کو آگ سے محجوب کر دے گا اور بچہ جنت کی طرف اسے لے جانے والا ہوگا۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وعدہ سے مراد بعث ہے۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا وی زندگی اپنی زینت اور جس کی طرف یہ دعوت دیتی ہے وہ چیزیں تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالیں کہ تم اسی پر بھروسہ کرنے لگو، اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور آخرت کے لیے عمل کو چھوڑ دو۔

وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ یہاں عام قراءت سورۂ ملائکہ میں اور سورۃ الحدید میں غین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ مجاہد وغیرہ کے قول کے مطابق اس سے مراد شیطان ہے یہی مخلوق کو دھوکہ دیتا ہے، دنیا کی آرزو دلاتا ہے اور آخرت سے غافل کرتا ہے (3)۔ سورۃ النساء میں ہے یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ (120) سماک بن حرب، ابوحیوہ اور ابن سمیقع نے غین کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی تم دھوکہ نہ کھاؤ۔ گویا یہ غر یغر غرور کا مصدر ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: مراد ہے وہ معصیت کا فعل کرے اور مغفرت کی تمنا کرے (4)۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝

''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے قیامت کا علم اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ (ماؤں کے) رحموں

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، فضل من مات له ولد، جلد 1، صفحہ 167

2۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، اتقوا النار ولو بشق التمر، جلد 1، صفحہ 190

3۔ تفسیر مجاہد، صفحہ 210

4۔ معالم التنزیل، جلد 4، صفحہ 417

میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں مرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے"۔

فراء نے گمان کیا ہے کہ اس میں نفی کا معنی موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابوجعفر نحاس نے کہا: اس میں نفی اور ایجاب دونوں کا معنی پایا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر آگاہ کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (انعام:53) فرمایا: "اس سے مراد یہی چیزیں ہیں"۔

میں کہتا ہوں: ہم نے سورۃ الانعام میں اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا، حضرت جبریل امین کی حدیث میں ہے عرض کی: مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے؟(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس سے اس کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے سائل سے زیادہ نہیں جانتا، یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہ جانتا ہے کہ رحم میں کیا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا" حضرت جبریل امین نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا"۔ الفاظ ابوداؤد اور طیالسی کے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: پانچ چیزوں کے علاوہ ہر چیز تمہارے نبی کو دے دی گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ ہی جانتا ہے اسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں جانتا جس نے کہا: وہ ان میں سے کسی کو جانتا ہے اس نے قرآن کا انکار کیا کیونکہ اس نے قرآن کی مخالفت کی۔ پھر انبیاء اللہ تعالیٰ کی پہچان کرانے سے بہت سے اور غیب جانتے ہیں مراد کاہنوں، نجومیوں اور جو ستاروں کی مدد سے بارش کے ہونے کی باتیں کرتا ہے ان کا ابطال کرنا ہے۔ بعض اوقات طویل تجربہ سے کچھ اشیاء کی پہچان ہو سکتی ہے جس طرح حمل کا مذکر و مونث ہونا وغیرہ۔ جس طرح سورۃ الانعام میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ بعض اوقات تجربات مختلف ہو جاتے ہیں عادت کے برعکس معاملہ ہو جاتا ہے اور علم قطعی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے باقی رہتا ہے۔

ایک روایت کی جاتی ہے: ایک یہودی علم نجوم سے حساب لگاتا۔ اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر تو چاہے تو میں تجھے تیرے بیٹے کے نجم سے آگاہ کروں وہ دس دن کے بعد فوت ہو جائے گا اور آپ فوت نہیں ہوں گے مگر آپ نابینا ہو جائیں گے اور مجھ پر ایک سال نہیں گزرے گا کہ میں مر جاؤں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اے یہودی! تیری موت کہاں ہو گی؟ اس نے عرض کی: میں یہ تو نہیں جانتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما واپس آئے اور اپنے بیٹے کو بخار میں مبتلا پایا۔ وہ بچہ دس دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ یہودی ایک سال سے قبل فوت ہو گیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابینا حالت میں فوت ہوئے۔ علی بن حسین جو اس حدیث کے راوی ہیں انہوں نے کہا: یہ حدیثوں میں سے سب سے عجیب حدیث ہے۔ مقاتل نے کہا: یہ آیت ایک بدو کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کا نام وارث بن عمرو بن حارثہ تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس

1۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 12

نے عرض کی: میری بیوی حاملہ ہے مجھے بتایئے کہ وہ کیا جنے گی؟ ہمارے علاقہ قحط زدہ ہیں بتایئے کب بارش نازل ہوگی؟ مجھے علم ہے جب میں پیدا ہوا مجھے بتایئے میں کب مروں گا؟ مجھے علم ہے میں نے آج کیا کیا ہے مجھے بتایئے میں کل کیا کروں گا؟ اور مجھے بتایئے قیامت کب برپا ہوگی؟ (1) تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا؛ قشیری اور ماوردی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

ابو ملیح، ابو عزہ ہذلی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی روح کسی علاقہ میں قبض کرنا چاہتا ہے تو وہاں اس کی ضرورت پیدا فرما دیتا ہے اس کی زندگی ختم نہیں ہوگی مگر وہ اس جگہ آتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی''۔ ماوردی نے اس کا ذکر کیا (2)۔ ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود سے اس کی ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ ہم نے کتاب ''التذکرہ'' میں اس کو مکمل ذکر کیا ہے عام قراءت وَيُنَزِّلُ تشدید کے ساتھ ہے۔

ابن کثیر، ابو عمرو، حمزہ اور کسائی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھا ہے بأية أرض باقی قراء نے بأي أرض پڑھا۔ فراء نے کہا: ارض کی تانیث کا اکتفاء ای کی تانیث پر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ارض سے مراد مکان ہے۔ اس وجہ سے مذکر ذکر کیا۔ شاعر نے کہا:

فلا مُزْنة وَدقَتْ ودْقَها ولا أرضَ أبقَلَ إبقالَها

کسی بادل نے پورا پانی نہیں برسایا اور کسی قطعہ زمین سے اپنا سبزہ نہیں اگایا۔

اخفش نے کہا: یہ جائز ہے مررت بجارية أي جارية وأية جارية سیبویہ نے ای کی تانیث کو کل کی تانیث کے مشابہ قرار دیا، جس طرح ان کا قول ہے: كُلَّتُهُنَّ۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ خَبِيْرٌ یہ علیم کی نعت ہے یا خبر کے بعد خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

1۔ تفسیر الماوردی، جلد 4، صفحہ 351 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 350